وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اکابر علماء دیوبند کی تحریرات کے آئینہ میں



تصنیف:

حضرت مولانا نعیم الدین

استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اکابر علماء دیوبند کی تحریرات کے آئینہ میں

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
اُستاذالحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک
و مُدیر صُفّہ ٹرسٹ موہنی روڈ لاہور

صُفّہ ٹرسٹ لاہور
محمود سٹریٹ ○ موہنی روڈ ○ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا نعیم الدین مدظلہم

ہمارے مخدوم گرامی حضرت مولانا نعیم الدین صاحب استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور نے ''عقیدہ حیات النبی ﷺ اکابر علماء دیوبند کی تحریرات کے آئینہ میں'' نامی ایک مقالہ تحریر کیا، جس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مفتی نجم الحسن امروہی تک بیسیوں اکابر علماء دیوبند کی حیات النبی ﷺ کے عقیدہ پر تحریری شہادتیں یکجا ترتیب کے ساتھ قلمبند کر دی ہیں جس سے ایک خوبصورت ترتیب کے ساتھ بہت کچھ علمی مواد جمع ہوگیا ہے۔ اس مجموعہ میں شامل اشاعت ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

عقیدہ حیات النبی ﷺ اسلام کا ایک بنیادی اور اہم عقیدہ ہے جو دورِ صحابہ سے اِجماعی چلا آرہا ہے، اہلِ اسلام میں سوائے معتزلہ کے اِس کا کوئی بھی منکر نہیں تھا آج کل معتزلہ کی کچھ باقیات اِس عقیدہ اور اِس کی آڑ میں بہت سے مسلّمہ عقائد کا انکار کررہی ہیں، ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ اِس عقیدہ کو اُجاگر کیا جائے اور عوام الناس کو اِس کی اہمیت بتائی جائے۔

۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ/ ۱۱ اپریل ۲۰۰۶ء بروز منگل ناچیز اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء) کی خانقاہ واقع سکیاں پل حاضر ہوا ہم حضرت کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ''اَلْمُهَنَّدُ'' اور اِس حوالہ سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کا ذکر آیا اِس پر آپ نے فرمایا: ''جی چاہتا ہے کہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر ایک مختصر سا رسالہ ہونا چاہیے جو عام فہم ہو اور سب کو یہ سمجھ آجائے'' میں نے عرض کیا ''حضرت میرا اِس موضوع پر لکھنے کا ارادہ ہے میں نے کتابیں بھی اکٹھی کرلی ہیں'' بات آئی گئی ہوگئی اور ایک طویل عرصہ گزر گیا، سال دو سال سے اپنے بہت سے اَحباب کی جانب سے شدت سے تقاضا ہوا کہ آپ نے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی تھی اُسے پورا کرنا چاہیے چنانچہ راقم الحروف نے اِس کا ارادہ کرلیا اور کام بھی شروع کردیا پہلے تو ارادہ تھا کہ اپنے استدلالات ذکر کیے جائیں اور منکرینِ حیات کے استدلالات کے جوابات دیے جائیں لیکن اِس سے رسالہ کے طویل ہوجانے کا اندیشہ ہوا، مناسب معلوم ہوا کہ اِس عقیدہ سے متعلق اَکابر علماء دیوبند کی تحریرات پیش کرکے عوام الناس کو بتایا جائے کہ جب اِتنے بڑے بڑے اَکابر علماء اور اَساطین علم و فضل اِس عقیدہ کے قائل ہیں تو ہماری کیا حیثیت اور کیا اوقات ہے کہ ہم اِس کا انکار کریں؟ ہمیں اپنی عقل اور رائے پر اعتماد کے بجائے اَکابر اَہلِ سنت اَکابرِ دیوبند کے اِس عقیدہ کو دل و جان سے ماننا چاہیے چنانچہ ہم اپنے اَکابر زادھم اللہ شرفاً و تکریماً کے اِس عقیدہ کو دل و جان سے مانتے اور اِس کا دفاع کرتے ہیں اور جو لوگ اِس عقیدہ کا کسی بھی رنگ میں انکار کرتے ہیں اُنہیں اَہلِ سنت والجماعت میں سے شمار نہیں کرتے اور نہ اُن کا اَکابرِ دیوبند سے کوئی تعلق اور واسطہ مانتے ہیں اُن کا معاملہ اللہ کے حوالہ کرکے اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑتے ہیں۔

بہت سے اَحباب کا خیال ہے کہ موجودہ حالات میں اِن مسائل کو چھیڑنا مناسب نہیں اُن کا یہ خیال درست ہے لیکن منکرینِ حیات کا جارحانہ انداز اِس پر مجبور کرتا ہے کہ اپنے عقیدہ کے دفاع میں کچھ نہ کچھ کیا جائے اپنے اَحباب سے ہماری گزارش ہے کہ وہ ہماری اِس کاوش کو اِقدام کے بجائے دفاع پر محمول فرمائیں اور ہمیں اِس سلسلہ میں مجبور سمجھیں، اگر منکرینِ حیات اپنے جارحانہ اَنداز سے باز آجائیں اور اِس سلسلہ کو ختم کردیں تو ہم بھی اِس سلسلہ میں خاموشی اختیار کرلیں گے، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرماکر ہماری نجات اور عوام الناس کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ!

اخوکم فی اللہ
نعیم الدین
۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے: ''قرب قیامت میں طرح طرح کے فتنے جنم لیں گے۔''

ان فتنوں میں جان و مال کے فتنے بھی ہوں گے، عزت و آبرو کے فتنے بھی ہوں گے اور دین و ایمان کے فتنے بھی، اِن سب فتنوں میں سب سے خطرناک فتنے دین و ایمان کے فتنے ہیں۔

جدھر دیکھو مختلف تحریکیں اور بہت سے داعی نظر آتے ہیں جو دین کے روپ میں بے دینی کی دعوت دے رہے ہیں اور لوگ ہیں کہ وہ اِن کی طرف ایسے لپک رہے ہیں جیسے اصل دین ہی اِن کے پاس ہے، ایسی صورت میں ایک عام آدمی کے لئے دین و ایمان کا بچانا مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے کیونکہ عام آدمی کے لئے حق و باطل کی شناخت مشکل ہے، اُسے پتہ نہیں چلتا کہ کیا حق ہے اور کیا باطل؟ شاید اِسی موقع کے لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ''بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَناً كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ'' فتنوں کے پیش آنے سے پہلے پہلے اَعمال (صالحہ) انجام دے لو، وہ فتنے ایسے ہوں گے جیسے سیاہ و تاریک رات کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جیسے رات کے تاریک ٹکڑوں کا پتہ نہیں چلتا کہ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں جارہے ہیں؟ ایسے ہی اِن فتنوں کا پتہ نہیں چلے گا کہ یہ فتنے کہاں سے پھوٹ رہے ہیں اور کدھر کا رخ کر رہے ہیں اور ان سے بچاؤ کی کیا صورت ہوگی؟

اِسی حدیث میں آگے حضور ﷺ نے فرمایا: ''يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِناً وَّيُمْسِيْ كَافِراً وَّيُمْسِيْ مُؤْمِناً وَّيُصْبِحُ كَافِراً'' ایسی صورت حال میں آدمی صبح کو مؤمن ہوگا تو شام کو کافر ہوگا شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا۔

سوال ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوگا؟

تو اس کی وجہ حضور ﷺ نے یہ بتلائی: ''يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا'' یہ شخص اپنے دین کو تھوڑے سے دنیوی ساز و سامان کے عوض بیچ دے گا۔'' (مسلم کتاب الایمان ج:۱، ص:۷۵، مشکوٰۃ ص:۵۶۲)

آج کل بعینہٖ یہی صورت حال بنی ہوئی ہے کہ لوگ ذاتی اغراض کو اپنا ایمان بنائے ہوئے ہیں ذرا ذرا سے دنیوی ساز و سامان اور معمولی معمولی مال و دولت کی خاطر اپنا دین و ایمان اور اپنا مذہب و دھرم بیچ رہے ہیں اور اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں کہ اس سے ایمان جاتا ہے یا دین برباد ہوتا ہے۔

اِن دنوں اَعمال کی خرابی کا تو کیا رونا کہ عقائد میں ایسی خرابی آگئی ہے کہ الامان و الحفیظ، وہ عقائد و نظریات جو صدیوں سے طے شدہ اور مسلّم ہیں ان کو نئے نئے مفکرین تختۂ مشق بنا رہے ہیں، اُن میں تحقیق کے نام پر تشکیک پیدا کر کے لوگوں کے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں، جدھر دیکھو ایک نئی صورت حال نظر آتی ہے کہیں اِنکار ختم نبوت کا فتنہ ہے، کہیں انکار حیات عیسیٰ علیہ السلام کا فتنہ ہے، کہیں انکار حدیث کا فتنہ ہے، کہیں انکار تقلید کا فتنہ ہے، کہیں فتنہ خارجیت ہے، کہیں فتنہ ناصبیت ہے، کہیں فتنۂ رافضیت و مرزائیت ہے کہیں اور اور فتنے ہیں۔

ماضی قریب (۱۹۵۴ء یا ۱۹۵۵ء) میں حیات النبی ﷺ کے انکار کے فتنے نے جنم لیا، اِس کو با قاعدہ بڑھایا اور پھیلایا گیا اور عوام الناس کو چودہ سو سالہ اجماعی عقیدہ سے ہٹانے اور اس کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی اور اس کی آڑ میں دسیوں بیسیوں عقیدوں کا انکار کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اکابر علماء دیوبند کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُنہوں نے ہر جنم لینے والے جدید فتنے کی سرکوبی کی بھرپور جدوجہد کی، ہر نئے فتنے سے ٹکر لی اور اسے اس کے انجام تک پہنچا کر دم لیا، اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدد کی اور اُنہیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ ایک اجماعی عقیدہ ہے جو دور صحابہ ؓ سے اجماعی چلا رہا ہے کبھی بھی اس میں اہلِ حق کی جانب سے اختلاف نہیں کیا گیا اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ تقریباً پچاس سے زائد آیات کریمہ اور سو سے اُوپر احادیث مبارکہ[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو دنیوی وفات کے بعد قبر میں ایک زندگی ملتی ہے جو دنیوی زندگی کا تتمہ اور اُخروی زندگی کا توطئہ اور تمہید ہوتی ہے جس میں میت سے سوال و جواب اور جزا و سزا کا معاملہ کیا جاتا ہے، اگر حیات فی القبر یعنی قبر کی زندگی کا انکار کر دیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر قبر میں سوال و جواب اور جزا و سزا کا معاملہ کس سے ہوتا ہے؟ کیونکہ سوال و جواب اور جزا و سزا تو حیات پر متفرع ہیں اِن کے لئے حیات کا ہونا ضروری ہے اور اگر میت میں حیات نہیں تو اس سے سوال و جواب اور جزا و سزا کا کیا حاصل؟ کیا قبر میں دیواروں سے سوال و جواب اور جزا و سزا کا معاملہ کیا جاتا ہے؟

یاد رہے کہ یہ معاملہ تمام اَموات سے ہوتا ہے چاہے وہ اجتماعی شکل میں ہوں یعنی ان کا پورا جسم قبر میں موجود ہو یا ذرات کی شکل میں ہوں خواہ وہ آگ میں جل کر راکھ ہوگئی ہوں یا درندوں نے اُنہیں چیر پھاڑ کر کھا لیا ہو یا سمندر کی تہہ میں مچھلیوں کی غذا بن گئی ہوں۔

کچھ لوگ اِس موقع پر یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ ہم لوگ بسا اَوقات کسی قبر کو کھولتے ہیں یا کھلا ہوا پاتے ہیں اور اس میں میت موجود ہوتی ہے تو ہمیں اس پر طاری ہونے والے حالات کا ذرا بھی پتا نہیں چلتا نہ ہمیں اس میں کسی قسم کی حس و حرکت محسوس ہوتی ہے تو ایسی صورت میں کیسے یقین کیا جائے کہ قبر میں میت کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے اور میت اس عذاب یا ثواب کو محسوس کرتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالَمِ قبر کے حالات کو ہم سے مخفی اور مستور رکھا ہے اور اس پر پردہ ڈال دیا ہے اس واسطے ہمیں میت پر طاری ہونے والے حالات کا علم نہیں ہوتا، اس بات کو قریب الی الفہم کرنے کے لئے علماء حق خواب کی مثال دیتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو بسا اَوقات عالَم خواب میں اپنے آپ کو راحت و آرام اور عیش و عشرت میں دیکھتا ہے یا رنج و اَلم اور تکلیف و پریشانی میں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان

---

[1] اِن آیات و اَحادیث کے ملاحظہ کے لئے حضرت مولانا نور محمد تونسوی ؒ کی کتاب ''قبر کی زندگی'' کا مطالعہ کیا جائے، اس کتاب میں آیات کریمہ اور اَحادیثِ مبارکہ تفصیل سے ذکر کی گئی ہیں۔

چیزوں کے اَثرات اس کے وجود پر محسوس بھی ہوجاتے ہیں گو کہ اکثر محسوس نہیں ہوتے، صبح کو اُٹھ کر خواب دیکھنے والا اپنے اُوپر بیتے ہوئے حالات کو ساتھ والے ساتھی سے ذکر کرتا ہے وہ سوالیہ اَنداز میں کہتا ہے کہ تجھ پر یہ سارے حالات بیتے مجھے تو کچھ نظر نہیں آیا میں کیسے مان لوں؟ خواب دیکھنے والا کہتا ہے تو مان یا نہ مان بہرحال رات کو خواب میں یہ سارے حالات و معاملات میرے ساتھ پیش آتے رہے ہیں، علماء حق کا کہنا ہے دنیا میں عالم خواب میں پیش آنے والے حالات کا جب ایک انسان کو علم نہیں ہوتا تو عالم قبر میں پیش آنے والے حالات کا کیسے علم ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانی آنکھ سے مستور اور پوشیدہ کردیا ہے، بس ہمیں اپنی عقل پر اعتماد کے بجائے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی باتوں پر ایمان رکھنا چاہئے کہ اِسی میں سلامتی اور اِسی میں نجات ہے۔

پھر اس حیات فی القبر میں عام اَموات بھی شامل ہیں، شہداء بھی شامل ہیں اور اَنبیاء علیہم السلام بھی، البتہ حیات حیات میں فرق ہے شہداء کی حیات عام اَموات کی حیات سے اعلیٰ ہے، اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ ہے، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کی حیات تمام اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات سے اعلیٰ وارفع اور سب سے افضل و برتر ہے، اور آپ کی حیات اس قدر قوی ہے کہ اگر کوئی آپ کے روضۂ اقدس پر آکر صلوٰۃ وسلام پیش کرے، تو اسے آپ خود سنتے اور جواب مرحمت فرماتے ہیں اور اگر کوئی دور سے صلوٰۃ وسلام پیش کرے تو فرشتے آپ کو اس کی طرف سے پہنچا دیتے ہیں، آپ اپنی قبر مبارک میں طاعات وعبادات میں مشغول اور مشاہدۂ معارف الٰہیہ میں منہمک و مستغرق رہتے ہیں۔

حیات فی القبر کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہئے، اہل حق کے نزدیک آپ ﷺ کی حیات فی القبر کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا جو جسدِ عنصری دنیا میں تھا وہ بعینہٖ قبرِ مبارک میں بغیر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ تغیر و تبدل کے صحیح حالت میں موجود ہے اور آپ کی روح مبارک کا تعلق اسی دنیا والے جسم عنصری سے ہے اسی لئے اس حیات کو حیات دُنیوی بھی کہہ دیا جاتا ہے اور چونکہ یہ حیات قبر مبارک میں ہے اس لئے اسے حیات فی القبر بھی کہہ دیا جاتا ہے، اور قبر اور برزخ میں گہرا تعلق ہے جو قبر میں جاتا ہے وہ برزخ ہی میں جاتا ہے دونوں میں کوئی منافات نہیں اس لئے اسے حیات برزخی سے بھی تعبیر کردیا جاتا ہے عنوانات اگرچہ مختلف ہیں لیکن معنون ایک ہے، یہ اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے تمام اَہلِ سنت اور اَکابرِ دیوبند اِسی عقیدہ کے قائل ہیں اور اس کے متعلق اُنہوں نے بہت سی اہم کتابیں تصنیف فرمائی ہیں[1]

اَکابر علماء دیوبند کی دستاویزی کتاب ''اَلْمُهَنَّدْ عَلَى الْمُفَنَّدْ'' میں تقریباً سب اَکابر کا یہی عقیدہ درج ہے، اِسی بنا پر ہم اُسی کو دیوبندی سمجھتے ہیں جس کے عقائد ''اَلْمُهَنَّدْ عَلَى الْمُفَنَّدْ'' میں درج عقائد کے مطابق ہوں اور جس کے عقائد ''اَلْمُهَنَّدْ عَلَى الْمُفَنَّدْ'' کے خلاف ہوں اور وہ اُن کا قائل نہ ہو ہم اُسے دیوبندی نہیں سمجھتے خواہ وہ کوئی ہو۔

[1] حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب ''آب حیات'' علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''مقام حیات'' حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ''تسکین الصدور'' اور حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کی کتاب ''قبر کی زندگی'' اس سلسلہ کی بہترین کتابیں ہیں۔

موجودہ دور میں کچھ لوگ جو اپنے آپ کو اصلی دیوبندی اور دوسروں کو بناسپتی دیوبندی باور کراتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کی روضۂ اقدس میں حیات جسمانی اور سماع صلوٰۃ وسلام اور آپ کے جواب دینے کے منکر ہیں اور اس کے ساتھ اور بھی بہت سے **مسلّمہ** عقائد کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو دیوبندی سمجھتے اور دیوبندی کہلاتے ہیں اُن کا دیوبندیت سے کوئی تعلق نہیں نہ ہم اُنہیں دیوبندی مانتے ہیں۔

یہ لوگ تقیہ کرتے ہوئے عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ ''ہم دیوبندی ہیں اور ہم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں اور لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ قبر میں حیات ہیں ہم آپ کو جنت میں حیات مانتے ہیں'' یہ اُن کا دھوکا ہے کیونکہ آپ کا جنت میں حیات ہونا موضوع بحث ہی نہیں موضوع بحث تو حیات **فی القبر** ہے کیونکہ آپ ﷺ کا جسدِ اقدس تو قبر ہی میں ہے اور اُسی سے روح کا تعلق ہے اگر یہ تعلق نہ ہو تو حیات متصور ہی نہیں ہوسکتی اور یہ لوگ اِس کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔

عرصہ سے ارادہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات **فی القبر** سے متعلق اَکابر علماء دیوبند کی اصل عبارات بغیر کسی تشریح وتبصرہ کے عوام کے سامنے پیش کردی جائیں جس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ایک عام آدمی کے سامنے اَکابر کی اصل عبارات آجائیں گی جس سے اس کا اِس عقیدہ پر ایمان ویقین میں اضافہ ہوگا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ دھوکا دینے والوں کے دھوکے میں نہیں آئے گا وہ سمجھ لے گا کہ جب اتنے بڑے بڑے اَکابر کا یہ عقیدہ ہے تو یہی حق اور سچ ہوگا ہم آج کل کے لوگوں کی باتوں میں کیوں آئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمارے اِس عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر عوام الناس کی ہدایت اور ہماری نجات کا ذریعہ بنادیں، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ!

نعیم الدین

۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حلقۂ دیو بند میں پہلی شخصیت جس نے عقیدۂ حیات النبی ﷺ کو اُجاگر کیا اور اس کا دفاع کیا وہ ہیں حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ، آپ نے اس مسئلہ سے متعلق تفصیلی اور دقیق کتاب ''آب حیات'' تحریر فرمائی اور اپنی دیگر تصنیفات میں بھی اس پر مختلف انداز سے روشنی ڈالی، ہم سب سے پہلے آپ ہی کی تصنیفات سے اقتباسات پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

۱...... ''رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپ کی مِلک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی مِلک اس کے قائم مقام ہو، بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اَشیاء کو برتیں تو اس سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے وارث مالک نہیں ہوجاتے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ بھی گوشۂ قبر میں پنہا ہوگئے ہیں اور آپ بدستور اپنی اَشیاء واَموال کے مالک ہیں کوئی اور مالک نہیں ہوگیا اور حدیث لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کی لِم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ اب تک بقید حیات ہیں، پر شیعہ نہ سمجھیں تو کیا کیجئے؟''

(ہدیۃ الشیعہ[۱] مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۷ ص ۳۴۹ طبع ملتان)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''لطائف قاسمیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

۲...... ''اَنبیاء کرام علیہم السلام کو اِنہی اَجسام دُنیاوی کے تعلق کے اِعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں''

(لطائف قاسمیہ مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۵ ص ۳۲۳)

اسی تصنیف میں آپ کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

۳...... ''اَنبیاء کو اَبدانِ دُنیا کے حساب سے زندہ سمجھیں گے پر حسبِ ہدایت کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ تمام اَنبیاءِ کرام علیہم السلام خاص کر حضرت سرورِ اَنام ﷺ کی نسبت موت کا اعتقاد[۲] بھی ضروری ہے۔'' (لطائف قاسمیہ مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۵ ص ۳۲۴)

۱۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدیۃ الشیعہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک وتحریض پر لکھی تھی اور آبِ حیات سے پہلے لکھی تھی ہدیۃ الشیعہ میں حیات النبی ﷺ کے مضمون کا آنا اُن لوگوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو اسے محض حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اُفتادِ طبع اور اُن کے تفرد پر محمول کرتے ہوئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے لاتعلق سمجھتے ہیں۔

۲۔ حضرت کی یہ تصریح اُن لوگوں کی تردید کے لئے کافی ہے جو یہ پراپیگنڈہ کررہے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ پر وُرودِ موت ہوا ہی نہیں اور وہ حضور علیہ السلام کے لئے کسی قسم کی وفات نہیں مانتے یہ حضرت پر ایک بہتان عظیم ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ''آبِ حیات'' ہے اس کے بالکل شروع میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

۴...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکمِ میراث نہیں ہوتا ایسے ہی آپ کا مال بھی محل توریث نہیں'' (آبِ حیات مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۳ ص ۱۱)

منکرینِ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیثِ پاک سے جس میں آیا ہے: مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ (جو کوئی بھی (مسلمان) مجھے سلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر روح کو لوٹا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں) اس سے انکار حیات ثابت کرتے ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے اِرقام فرماتے ہیں:

۵...... ''اس صورت میں حاصل معنیٰ حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو خداوندِ کریم آپ کی رُوحِ پُرفتوح کو اُس حالتِ استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ وتجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت و محبیتِ تامہ آپ کو حاصل رہتی ہے اپنے ہوش عطا فرما دیتا ہے، یعنی مبدأ انکشاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبساط الی اللہ حاصل تھا مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات وصفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے سو چونکہ سلام اُمتیاں بھی مجملہ وقائع متعلقہ ذات خود ہیں اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسن اخلاق ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔''

(آبِ حیات مشمولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۳ ص ۲۶۶)

حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

۶...... ''اور اَرواحِ انبیاء کو بدن سے علاقہ (تعلق) بدستور رہتا ہے ہر اَطراف وجوانب سے سمٹ آتی ہے اور اس لئے حیات جسمانی کو بہ نسبتِ سابق ایسی طرح قوت ہو جاتی ہے جیسے ظرفِ مذکور کے رکھ دینے کے بعد چراغ کے شعلہ میں نورانیت بڑھ جاتی ہے۔'' (جمال قاسمی مشولہ مقالات حجۃ الاسلام ج ۱۷ ص ۲۴)

کچھ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں:

۷...... اس لئے سماعِ اَنبیاء کرام علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرینِ قیاس ہے اور اسی لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے اَیامِ حیات میں اَحیاء (زندوں) کی زیارت ہوا کرتی ہے۔'' (ایضاج ۱۷ ص ۲۹)

فقیہ النفس ابوحنیفۂ وقت قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

''قبر کے پاس جا کے یہ کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دُعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں، سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر اَنبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں، اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعتِ مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ مشمولہ تالیفات رشیدیہ ص ۱۳۴)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں وَ نَبِیُّ اللہِ حَیٌّ یُرْزَقُ اس مضمونِ حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''آب حیات'' میں بما لا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔'' (ہدایۃ الشیعہ مشمولہ تالیفات رشیدیہ ص ۵۶۱)

حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنی حج کی کتاب زبدۃ المناسک میں روضۂ اقدس پر بارگاہ رحمۃ للعالمین حضور ﷺ میں حاضری کے وقت ان الفاظ سے درخواست پیش کرنے کا طریقہ لکھا ہے، فرماتے ہیں: ''اور پھر حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے دُعا کرے اور شفاعت چاہے کہے یَا رَسُوْلَ اللہِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَی اللہِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِماً عَلٰی مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ اور اِن اَلفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے مگر اَدب اور عجز کے کلمات ہوں، لیکن سلف یہاں اَلفاظ مختصر کہتے تھے جہاں تک اختصار ہو مستحسن ہے اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ (پست آواز سے) خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس دوست کا سلام کہنا ہو عرض کرے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ مِنْ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ یَسْتَشْفَعُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ

پھر بقدر ایک ہاتھ کے داہنی طرف کو ہٹ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللہِ وَ ثَانِیَهٖ فِی الْغَارِ رَفِیْقَهٗ فِی الْاَسْفَارِ اَمِیْنَهٗ عَلَی الْاَسْرَارِ اَبَا بَكْرِنِ الصِّدِّیْقِ جَزَاكَ اللہُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَیْراً

پھر قدر ایک ہاتھ داہنی طرف ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ الْفَارُوْقِ الَّذِیْ اَعَزَّ اللہُ بِهِ الْاِسْلَامَ. اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ مَرْضِیاً حَیّاً وَّ مَیِّتاً جَزَاكَ اللہُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَیْراً اور یہاں بھی زیادتی وکمی کے اَلفاظ کہنے میں اختیار ہے، پھر ذرا بائیں کو بڑھ کر (دونوں حضرات خلفاء کے بیچ میں) کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا ضَجِیْعَیْ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ وَرَفِیْقَیْهِ وَ وَزِیْرَیْهِ جَزَا كُمَا اللہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِئْنَا كُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ ﷺ یَشْفَعُ لَنَا وَیَدْعُوْلَنَا رَبَّنَا اَنْ یُّحْیِیَنَا عَلٰی مِلَّتِهٖ وَ سُنَّتِهٖ وَ یَحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَتِهٖ وَ جَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ

پھر آگے کو بڑھ کر مقابلہ وجہ شریف (حضور ﷺ) کے کھڑا ہو کر جو کچھ ہو سکے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اپنے اور والدین اور مسلمانوں کے واسطے۔'' (زبدۃ المناسک مشمولہ تالیفات رشیدیہ ص ۲۶۰)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اِملائی تقریر ''الکوکب الدری'' (عربی) میں فرماتے ہیں: ''وَلِاَنَّ النَّبِیِّیْنَ صَلَوٰتُ اللہِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ لَمَّا كَانُوْا اَحْیَاءَ فَلَا مَعْنٰی لِتَوْرِیْثِ الْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ'' چونکہ اَنبیاء کرام علیہم السلام سب کے سب زندہ ہیں اس لئے ان کے آگے وراثت چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(الکوکب الدری ج ۱ ص ۴۲۳)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

اَلْمُهَنَّدُ عَلَی الْمُفَنَّدِ میں پانچویں سوال کے جواب میں لکھا ہے: ''عِنْدَنَا وَعِنْدَ مَشَائِخِنَا حَضْرَتُ الرِّسَالَةِ ﷺ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهِ الشَّرِیْفِ وَحَیٰوتُهٗ ﷺ دُنْیَوِیَّةٌ مِنْ غَیْرِ تَكْلِیْفٍ .....فَثَبَتَ بِهٰذَا اَنَّ حَیٰوتَهٗ دُنْیَوِیَّةٌ بَرْزَخِیَّةٌ لِكَوْنِهَا فِیْ عَالَمِ الْبَرْزَخِ'' (المہند علی المفند مترجم ص ۳۴)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے..... پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دُنیوی ہے اور اس معنیٰ کر برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔

اس پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''هُوَ مُعْتَقَدُنَا وَمُعْتَقَدُ مَشَائِخِنَا جَمِيْعاً لَارَيْبَ فِيْهِ'' (المہند علی المفند مترجم ص ۸۵)

اور یہی ہمارے اور ہمارے جملہ مشائخ کا عقیدہ ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''اِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ كَمَا اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ فَوْقَ الْاَرْضِ اَوْ تَحْتَ حِجَابِهَا كَمَا لَا فَرْقَ فِيْ حُضُوْرِهٖ وَغَيْبَتِهٖ فِيْ زَمَانِ حَيٰوتِهٖ وَلِهٰذَا الْعِلَّةِ لَمْ يَذْهَبْ اَحَدٌ مِّنَ الْاَئِمَّةِ'' (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۱۷)

یقیناً نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں جیسے کہ سب اَنبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اُوپر دکھائی دیں یا پردۂ زمین میں استراحت فرما ہوں (وہ زندہ یقیناً ہیں) جیسے کہ آپ کی اس دنیا کی زندگی میں آپ کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں: ''اِنَّ الْاَنْبِيَآءَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ اَحْيَآءٌ'' (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۶۰)

یقیناً اَنبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ پر اس یقین کی کیفیت اس قدر غالب تھی کہ گویا آپ کو سامنے اس کا انکشاف ہو رہا ہے، چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی روضۂ اقدس پر حاضری کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''آستانۂ محمدیہ پر حاضری کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب کیفیت ہوتی تھی، آواز نکالنا تو کیا مواجہہ شریف کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے خوفزدہ مؤدبانہ دبے پاؤں آتے اور مجرم قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔

زائرین جو بیباکانہ اُونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور ایذاء کا سبب ہے، لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے، اور یہ بھی فرمایا کہ مسجدِ نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷۰)

آپ اپنی تصنیف ''البراہین القاطعہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالَم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہٖ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اِس عالَم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اَعمال اُمت آپ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے اَحوال کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں۔ الخ!'' (البراہین القاطعہ ص ۲۰۳)

کچھ آگے چل کر ایک ذیلی سرخی اس طرح قائم فرماتے ہیں: ''اگرچہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور سنتے بھی ہیں مگر ہر وقت یہ بات ضروری نہیں۔'' (ایضاً ص ۳۰۸)

آپ اپنی دستاویزی کتاب ''المهند علی المفند'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''عِنْدَنَا وَعِنْدَ مَشَائِخِنَا حَضْرَتُ الرِّسَالَةِ ﷺ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهِ الشَّرِیْفِ وَحَیٰوتُهُ ﷺ دُنْیَوِیَّةٌ مِنْ غَیْرِ تَکْلِیْفٍ..فَثَبَتَ بِهٰذَا اَنَّ حَیٰوتَه دُنْیَوِیَّةٌ بَرْزَخِیَّةٌ لِکَوْنِهَا فِیْ عَالَمِ الْبَرْزَخِ'' (المہند علی المفند مترجم[1] ص ۳۴)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے...... پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دُنیوی ہے اور اس معنٰی کر برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

آپ اپنے خواجہ تاش حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اَلْمُهَنَّدُ عَلَی الْمُفَنَّدْ'' پر تائید وتصدیق لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''اَلَّذِیْ کُتِبَ فِیْ هٰذِهِ الرِّسَالَةِ حَقٌّ صَحِیْحٌ وَّ ثَابِتٌ فِی الْکُتُبِ بِنَصٍّ صَرِیْحٍ وَهُوَ مُعْتَقَدِیْ وَ مُعْتَقَدُ مَشَائِخِیْ رِضْوَانُ اللهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ اَحْیَانَا اللهُ بِهَا وَاَمَاتَنَا عَلَیْهَا وَاَنَا الْعَبْدُ الضَّعِیْفُ عَبْدُالرَّحِیْمِ عُفِیَ عَنْهُ'' (المہند علی المفند مترجم ص ۸۸)

جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے حق، صحیح اور موجود ہے کتابوں میں نص صریح کے ساتھ اور یہی میرا اور میرے مشائخ کا عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ کی اُن سب پر رضا ہو، اسی پر اللہ ہم کو جلا دے اور اسی پر ہم سب کو موت دے۔
میں ہوں، بندۂ ضعیف عبدالرحیم عفی عنہ

حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حیات النبی ﷺ کے منکرین عموماً اپنے عقیدے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے یہ عقیدے تھے، کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ ہرگز نہیں، اوّلاً تو اس لئے کہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ تھے، ممکن نہیں کہ ان کے ایسے فاسد اور گمراہ کن عقائد ہوں دوسرے ان کی کتابوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے عقیدے ایسے نہیں تھے، وہ حیات النبی اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبور اور استشفاع کے قائل تھے، تیسرے اس لئے کہ ان کے مشہور ومعروف خلفاء حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے اکابر دیوبند کے عقیدوں کے عین مطابق تھے۔ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ کا کبھی اختلاف نہیں سنا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا، یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے، مسکین نصیرالدین غورغشتوی'' (مقام حیات ج ۲ ص ۲۷۳)

[1] یاد رہے البراہین القاطعہ پہلے کی تصنیف ہے اور المہند بعد کی۔

حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم اور جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سرپرست اعلیٰ تھے، آپ کے عقیدہ کا بیان آگے آئے گا۔

اِس موقع پر ہم پہلے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے چند حوالے پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقائد وہی تھے جو اکابرِ دیوبند کے تھے، حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحب الشریعۃ بعدد مافی علم اللہ صلوۃ دائمۃ بدوام ملک اللہ وعلیٰ آلہٖ واَصحابہٖ اَجمعین من صلّٰی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم صلّی اللہُ تعالیٰ علیہ عشر مراتٍ جو شخص دُرود بکثرت پڑھے اور عقیدہ شرکی رکھے اور اُمیدوار اِس اَمر کا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے جواب میں اس پر درود بھیجتے ہیں غلط ہے مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالْمُؤْمِنِیْنَ (صحیح وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہے) اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولِیْ قُرْبٰی اِن اُمور کے لئے شرک نہ کرنا شرط ہے۔" (بلغۃ الحیران ص:۵۱)

حضرت کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مشرک کے لئے نبی اکرم ﷺ نہ تو درود کا جواب دیتے ہیں اور نہ اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں البتہ مومن کے لئے درود کا جواب بھی مرحمت کرتے ہیں اور مغفرت کی دعا بھی کرتے ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری تصنیف "تحریرات حدیث" کے ص ۲۱۰ تا ۲۱۱ میں حیات اَنبیاء علیہم السلام وسماع کے متعلق چند اَحادیث نبویہ تحریر کی ہیں جن میں حدیث "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ" (جو شخص میری قبر کے نزدیک درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں) بھی مذکور ہے اور بغیر کسی جرح وقدح کے آپ نے ان حدیثوں کو روایت کیا ہے، نیز تحریر فرماتے ہیں: "وروی البیھقی وابن ابی شیبۃ ان بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ جاء الیٰ قبر النبی ﷺ وقال یارسول اللہ استسق لامتك فانھم ھلکوا فاتاہ رسول اللہ ﷺ فی المنام واخبرہ انھم یُسقَون" (تحریرات حدیث: ص۲۵۵)

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبۃ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی اُمت کے لئے بارش طلب کریں بس بے شک وہ ہلاک ہوچکی ہے پس آنحضرت ﷺ خواب میں ان سے ملے اور خبر دی کہ بارش ان پر برسائی جائے گی۔

نیز لکھتے ہیں: "قال العلامۃ ابن حجر فی الجوھر المنظم روی بعض الحفاظ عن ابی سعید السمعانی انہ روی عن علی انھم بعد دفن رسول اللہ ﷺ جاء اعرابی فقال یارسول اللہ جئتك تستغفر لی الی ربی فنودی من القبر قد غُفِرَ لك واتت صفیۃ عمۃ النبی ﷺ بعد وفاتہ الا یا رسول اللہ انتَ رجائنا و کنتَ بنا براً ولم تكُ جافیا وسمع الصحابۃ رضی اللہ عنہم ولم ینکرھا احد"

(تحریرات حدیث ص۲۵۶)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الجوہر المنظم میں فرمایا کہ بعض محدثین کرام رحمہم اللہ نے ابوسعید سمعانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب نبی اکرم ﷺ کو دفن کیا تو اس کے بعد ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے لئے

مغفرت کی دعا کریں تو قبر مبارک سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی **پھوپھی صفیہ ؓ** آپ کی وفات کے بعد آئیں اور کہا کہ آپ یا رسول اللہ ﷺ ہماری اُمید تھے ہمارے ساتھ احسان کرنے والے تھے اور سختی کرنے والے نہ تھے صحابہ کرام ؓ نے یہ بات سنی اور کسی نے انکار نہ کیا۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب ؒ نے یہ واقعات نقل کر کے کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام ؓ کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔جزاہ اللہ احسن الجزاء!

یہ کتاب ''تحریرات حدیث'' حضرت مرحوم کی آخری تصنیف ہے اس کے ٹائٹل پر ۱۳۶۲ھ ۹ رشعبان المعظم/ ۱۹۴۳ء ۱۲ راگست لکھا ہوا ہے۔ ملنے کا پتہ الحاج مولانا حسین علی صاحب ڈاکخانہ واں بچھراں ضلع میانوالی یعنی یہ کتاب حضرت مرحوم خود تقسیم کرتے رہے اور اس کتاب کے چھپ جانے کے بعد حضرت مرحوم کی وفات ہوئی یعنی تقریباً گیارہ ماہ بعد رجب ۱۳۶۳ھ دیکھئے تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۶۵ء

اس کتاب ''تحریرات حدیث'' سے پہلے کی کسی تصنیف میں حضرت مرحوم نے ان روایتوں پر کوئی جرح کی ہو تو قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ دارومدار آخری قول وعمل پر ہوتا ہے۔ (ضرب المهند علی القول المسند ص: ۱۱۴ تا ۱۱۶)

عام اَموات کے بارہ میں حضرت شیخ مرحوم کا نظریہ

''ونؤمن بأن الميت يعرف من يزوره اذا اتاه وآكده يوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس'' (تحریرات حدیث ص: ۲۵۷ بحوالہ ضرب المهند علی القول المسند ص: ۱۱۷)

اور ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ میت بے شک جانتی ہے اس شخص کو جو اس کی قبر کی زیارت کرتا ہے بالخصوص جمعہ کے دن صبح صادق کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے پہلے۔

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''وقعدت عند مزار الامام الربانی فقال لی فی المکاشفة بيان مسئلة التوحيد اعلیٰ درجةً عن السلوك'' (بلغة الحیران مبشرات ص: ۸)

اور میں شیخ مجدد الف ثانی ؒ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو اُنہوں نے مجھے کشف کی حالت میں فرمایا کہ توحید کا مسئلہ بیان کرنا تصوف سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

بہرحال حضرت شیخ مرحوم کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ وہ سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل نہ تھے یا حیات النبی ﷺ بجسد عنصری کے قائل نہ تھے محض جھوٹ اور ان پر افتراء ہے۔(سبحانك هذا بهتانٌ عظيمٌ)

اِسی طرح حضرت شیخ ؒ کے متوسلین میں سے بھی کسی شخص کا عقیدہ حیات النبی ﷺ وسماع النبی ﷺ عند القبر الشریف کے متعلق انکار کا ہرگز نہ تھا اگر بعد میں کسی ایرے غیرے نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے اور بدعت کا ارتکاب کرتے ہوئے بدعت پر ایمان لے آیا ہے تو اس کا کیسا اعتبار ہے خصوصاً جب کہ وہ یہ جھوٹ بھی بولے کہ ہمارے شیخ مولانا حسین علی صاحب اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام علماء ومشائخ کا مسلک یہ ہے کہ سماع وصلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ ثابت نہیں۔ (ضرب المهند علی القول المسند ص ۱۱۷)

حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں: ''ثم اختلف فی ان عذاب القبر للروح فقط او للجسد مع الروح الثانی قولُ الجمهور وهو المشهور والمختار ویؤیده الاحادیث کقوله صلی اللہ علیہ وسلم فیقعدانه وقوله صلی اللہ علیہ وسلم یضرب بین اُذنَیه وقوله صلی اللہ علیہ وسلم فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة فان کل ذٰلك من صفات الاجساد فعُلم ان التعذیب یکون للجسد مع الروح''

(حاشیہ مشکوٰۃ للشیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۵ حاشیہ ۴)

پھر اختلاف کیا گیا ہے کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے یا روح مع الجسد کو ہوتا ہے، دوسرا قول (کہ عذاب روح مع الجسد کو ہوتا ہے) مشہور وپسندیدہ ہے اور جمہور کا مذہب ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اَحادیث بھی اِس کی تائید کرتی ہیں مثلاً فرشتے مُردے کو اُٹھا کر بٹھاتے ہیں، مُردے کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اِس مُردے کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناؤ، یہ ساری صفات جسم کی ہیں معلوم ہوا کہ عذاب قبر روح مع الجسد کو ہوتا ہے۔

حضرت غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ عام اَموات کے سماع اور حیات انبیاء علیہم السلام پر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح الصدور اور مرقاۃ سے نقل کرتے ہوئے حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: ''ذکر السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحة والآثار الصریحة ان سائر الاموات ایضاً یسمعون السلام و الکلام وتعرض علیهم اعمال اقاربهم فی بعض الایام الا ان الانبیاء علیهم السلام تکون حیاتهم علی الوجه الاکمل''

(حاشیہ مشکوٰۃ للشیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۳۲ حاشیہ ۲)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں صحیح اور صریح اَحادیث سے ثابت کیا ہے کہ تمام مردے بھی سلام وکلام سنتے ہیں اور اُن کے رشتہ داروں کے اَعمال بعض دنوں میں ان پر پیش کئے جاتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام کی حیات بہت کامل درجہ کی ہوتی ہے۔

مشہور حدیث ''اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ'' کی تصحیح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''صَحَّ خَبَرُ: اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ''

(حاشیہ مشکوٰۃ للشیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۳۲ حاشیہ ۸)

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ صحیح حدیث ہے۔

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''فیه اشارةٌ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منهم بخلاف غیرهم ومن فی معناهم من الشهداء والاولیاء فان عرض الامور و معرفة الاشیاء انما هو بارواحهم مع اجسادهم''

(ایضاً ص ۱۳۲ حاشیہ ۷)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام اَنبیاء علیہم السلام کی اَرواح مع الجسد پر پیش کیا جاتا ہے برخلاف اِن حضرات کے علاوہ شہداء اور اَولیاء کے کہ اُمور کا پیش ہونا اور اَشیاء کی جانچ وغیرہ وہ تو روح مع الجسد کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

حضرت غورغشتوی ؒ حدیث "مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ" کے بین السطور لکھتے ہیں: "سَمعاً حقیقیاً بلا واسطةٍ" حضور ﷺ حقیقی سماع کے ساتھ بغیر کسی واسطہ کے سنتے ہیں۔ (ایضاً ص ۹۳)

اِعادۂ روح پر مشہور حدیث: مَا مِنْ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ جو کوئی مجھ پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹاتے ہیں اور میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں، پر اعادہ روح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قوله رد اللهُ عَلَی رُوحِی ولیس المراد بعود الروح عودها بعد المفارقة عن البدن وانما المراد انه ﷺ فی البرزخ مشغولٌ حولَ الملکوت مستغرَقٌ فی مشاهدة رب العزة عزوجل کما کان فی الدنیا فی حالة الوحی وفی احوال الآخرة فعُبر عن افاقة من تلك المشاهدة وذالك الاستغراق برد الروح" (حاشیہ مشکوۃ للشیخ نصیر الدین ؒ ص ۹۲ حاشیہ ۴)

روح کے لوٹانے سے یہ مراد نہیں کہ وہ بدن سے جدا ہونے کے بعد لوٹتی ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ برزخ میں ملکوت کے ارد گرد مشغول اور مستغرق ہیں اللہ عزوجل کے مشاہدہ میں جیسا کہ دُنیا میں حالت وحی میں ہوتے تھے اور احوال آخرت میں اس مشاہدہ اور استغراق سے افاقہ کو ردِ رُوح سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس ؒ لکھتے ہیں: "ایک بار شرف ملاقات میں ارشاد فرمایا کہ: انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی کا عقیدہ صحیح اور برحق ہے، رحمت دو عالم ﷺ کے مزار طیبہ پر پڑھا جانے والا درود شریف آپ بلا واسطہ سماعت فرماتے ہیں، یہ سماع حقیقی ہے۔

موضع نڑتوپہ کے اپنے ایک مرید کے اسی نوعیت کے سوال کے جواب میں اس کے کندھے کو پکڑ کر فرمایا کہ: "اس بدن مبارک کے ساتھ حضور ﷺ زندہ ہیں۔ (یعنی جسم مثالی نہیں، جسد عنصری میں حیات اور زندگی ہے)" (ہفت روزہ ترجمانِ اسلام حضرت غورغشتوی نمبر ج: ۱۲، ص: ۸، ش: ۳۸)

حضرت غورغشتوی ؒ اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی ؒ کا بھی یہی عقیدہ بتاتے تھے، چنانچہ اپنے ایک تفصیلی فتوی میں اپنے اور حضرت مولانا حسین علی ؒ کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام اُولادِ آدم کو موت کا پیالہ پینا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ اعلانِ خداوندی سے تمام بنی آدم خواہ عام ہوں یا پیغمبر ہوں ضرور ایک وقت مرتے ہیں، اس کے ساتھ موت کے بعد بھی انسان میں ایک نوع حیات موجود رہتی ہے جس سے وہ ثواب اور عذاب سمجھتا ہے، اَحادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ میت کو چار پائی پر قبرستان لے جاتے وقت اگر مؤمن ہے تو قَدِّمُوْنِیْ قَدِّمُوْنِیْ (مجھے جلد پہنچا دو) کہتا ہے اور اگر نافرمان اور کافر ہے تو کہتا ہے کہ: "اے مجھے ہلاکت ہو مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" قبر میں سوال منکر نکیر، میت سے دفن کے بعد لوگوں کے واپسی کے جوتوں کی آواز سننا قبر میں عذاب اور ثواب، یہ دلیل ہے کہ موت کے بعد بھی انسان میں ایک قسم کی حیات موجود رہتی ہے، شہداء کے حق میں قرآن کا اعلان اَحْيَاءٌ حیات میت کی دلیل ہے، اس حقیقت کے ساتھ سردار انبیاء وخاتم النبیین ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو حیات ان کی شان کے مناسب

ہے۔اللہ نے قبر میں وہ حیات ان کو دی ہے، جسد اطہر قبر شریف میں محفوظ ہے، مٹی کوئی اثر جسد اطہر پر نہیں کر سکتی۔اگر قبر کے پاس کوئی مسلمان درود شریف جہراً سلام ڈالے تو حضور اکرم ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اگر کوئی دور سے درود شریف پڑھے تو فرشتے رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچاتے ہیں، میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں احادیث شریفہ، فقہاء عظام، سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے۔

میں نے مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلے کا کبھی اختلاف نہیں سنا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا، یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔مسکین نصیر الدین غور غشتوی'' (مقام حیات ج ۲ ص ۲۷۲)

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''میں (نصیر الدین غور غشتوی) اور مولانا غلام اللہ خان صاحب عقائد میں متفق ہیں، میں بھی نبی ﷺ کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں، میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب دُرود جہراً پڑھا جائے تو نبی ﷺ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۵)

خاتم المحدثین حضرت علامہ سیّد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے ایک شبہہ کا جواب تحریر فرماتے ہیں جو حضرت علامہ سیّد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے ہم یہاں شبہہ اور اس کا جواب دونوں نقل کرتے ہیں حضرت مولانا سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ممکن ہے کسی صاحب کو یہ شبہہ ہو کہ ہوسکتا ہے کہ ''حضرات انبیاء کرام عَلَيۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کی قبر میں حیات سے مراد روحانی حیات ہو یعنی روح کی حیات اور اسی طرح رد سلام بھی صرف روح کی وساطت سے ہو اس لئے ''اَلۡاَنۡبِيَآءُ اَحۡيَآءٌ فِيۡ قُبُوۡرِهِمۡ يُصَلُّوۡنَ'' کی حدیث اور ''مَنۡ صَلّٰى عِنۡدَ قَبۡرِیۡ'' الحدیث جسمانی حیات پر دال نہیں ہیں اور محل نزاع تو یہ حیات ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ولعل المراد بحديث ''اَلۡاَنۡبِيَآءُ اَحۡيَآءٌ فِيۡ قُبُوۡرِهِمۡ يُصَلُّوۡنَ'' انهم ابقوا على هذه الحالة ولم تسلب عنهم فلا يَرِدُ اَنَّ الروح بنفسه يستطيع الصلوة ورد السلام فكيف وجه فى الحديث بقاء الحيٰوة بفعل الصلوة وكذا رد السلام برد الروح والله اعلم بهذه الحقائق'' (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اور شاید یہ کہ ''اَلۡاَنۡبِيَآءُ اَحۡيَآءٌ فِيۡ قُبُوۡرِهِمۡ يُصَلُّوۡنَ'' کی حدیث سے مراد یہ ہو کہ وہ اسی (دنیوی) حالت پر باقی رکھے گئے ہیں اور یہ حالت ان سے سلب نہیں کی گئی پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ روح خود بھی تو نماز پڑھنے اور سلام کا جواب دینے پر قادر ہے سو حدیث میں نماز کی ادائیگی اور اسی طرح رد سلام کے لئے زندگی کو رد روح کے ساتھ کیوں وابستہ کیا گیا ہے؟ اور ان حقائق کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ نماز کا پڑھنا اور سلام کا سننا اور جواب دینا عقلی طور پر روح سے بھی متحقق ہوسکتا ہے مگر ''اَلۡاَنۡبِيَآءُ اَحۡيَآءٌ فِيۡ قُبُوۡرِهِمۡ يُصَلُّوۡنَ'' اور رد سلام کی حدیثوں سے روح کی نماز اور روح کا رد سلام مراد نہیں بلکہ وہ حیات مراد ہے جو دنیا میں تھی جس میں جسم و روح دونوں کا تعلق تھا اور یہی حالت قبر میں بھی ہے۔

اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ: ''والاحادیث ارادت افعال الحیوۃ واعمالھا لابقاء الروح وھو قوله فنبی اللہ حیٌّ یرزق و احیاءٌ فی قبورھم یصلون تسرد فی ذکر الحیوۃ افعالھا لا اصلھا اوارادمع الاجساد فان اجسادھم حرمت علی الارض'' (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اور یہ اَحادیث بتلاتی ہیں کہ حیات سے ایسی حیات مراد ہے جس سے زندگی کے اَفعال واَعمال صادر ہوں صرف بقاءِ روح ہی مراد نہیں ہے اور اِسی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے ''فَنَبِیُّ اللہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ'' اور یہ ارشاد بھی کہ ''اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ'' یہ حدیثیں حیات کے افعال کے ذکر میں بیان کی گئی ہیں نفسِ حیات کے بیان کے لئے نہیں ذکر کی گئیں یا یہ مراد ہو کہ حیات اَجسام کے ساتھ ہے کیونکہ اِن کے اَجسام زمین پر حرام کردیئے گئے ہیں۔'' (تسکین الصدور ص ۳۰۵، ۳۰۶)

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی املائی تقریر میں ارشاد فرماتے ہیں: ''ومن ھٰھنا انحل حدیث آخر رواہ ابو داود فی رد روحہ ﷺ حین یسلم علیہ ﷺ لیس معناہ انہ یرد روحہ ای انہ یحیی فی قبرہ بل توجھہ من ذلک الجانب الی ھذا الجانب فھو حیٌّ فی کلتا الحالتین بمعنی انہ لم یطرأ علیہ التعطل قط لکنہ کان مستھلکا فی التوجہ الی حضرۃ الربوبیۃ فاذا سُلِّمَ علیہ رد علیہ روحہ بمعنی شغلہ بذلک الجانب الذی کان معطلا عنہ قبلہ ثم الحیاۃ فیھا مراتب لا یعدھا عادٍ ولا یحصیھا محصٍ فحیاۃ الانبیاء اعلی واتم وحیاۃُ الصحابۃ دونھا ثم و ثم''
(فیض الباری شرح مختصر صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۹ باب رفع الصوت فی المساجد رقم الباب ۸۳)

یہیں سے اس دوسری حدیث کا حل بھی نکل آتا ہے جسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ پر سلام پیش کرتے وقت روح کے لوٹائے جانے کے متعلق روایت کیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ میں (پہلے روح نہیں ہوتی سلام کے وقت) روح لوٹائی جاتی ہے تو آپ اپنی قبر میں زندہ ہوجاتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روحِ مبارک اُس جانب (ذات باری کی جانب سے) اِس جانب (سلام پیش کرنے والے کی جانب) متوجہ ہوجاتی ہے اور آپ دونوں حالتوں (۱: توجہ الی اللہ، اور ۲: دُرود وسلام پیش کرنے والے کی طرف توجہ) میں حیات ہوتے ہیں اِس طرح سے کہ روح کا انقطاع اور تعطل آپ پر کسی طرح بھی طاری نہیں ہوتا، البتہ آپ ذات باری تعالیٰ کی جانب میں مستغرق ہوتے ہیں اور جب آپ پر سلام پیش کیا جاتا ہے تو آپ کی روحِ مبارک کو اُدھر (جانبِ باری) سے اِدھر پھیر دیا جاتا ہے بایں معنی کہ اُس جانب (یعنی باری تعالیٰ کی جانب) سے اِس جانب (یعنی سلام پیش کرنے والے کی جانب) مشغول کردیا جاتا ہے جس جانب کی طرف پہلے توجہ نہیں تھی، پھر حیات میں بھی بہت سے درجے اور مرتبے ہیں جنہیں کوئی شمار کرنے والا شمار نہیں کرسکتا اور نہ کوئی ان کا استقصاء کرنے والا استقصاء کرسکتا ہے پس اَنبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ تو اعلیٰ واتم درجہ کی ہے اور صحابہ کی اِس سے درجہ بدرجہ کم درجہ کی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' میں تحریر فرماتے ہیں:
''مشکوۃ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے

کہ وہ انبیاء کے جسد کو کھا سکے پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور اُن کو رزق دیا جاتا ہے، روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف: پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اُس عالم کے مطابق ہوتا ہے، اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں اُن سے اکمل واقویٰ ہے...... بیہقی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (کذا فی المواھب) ف: یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔'' (نشر الطیب ص ۲۴۷ طبع تاج کمپنی)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں آیت کریمہ ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَن يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ'' کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ''پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو اَحیاء کہا گیا اور ان کو دوسرے اَموات کے برابر اَموات کہنے کی ممانعت کی گئی اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامتِ جسد کے ساتھ ایک اثر اُس حیات کا اس عالم کے اَحکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل اَزواجِ اَحیاء کے اُن کی اَزواج سے کسی کا نکاح جائز نہیں ہوتا اور اُن کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء پھر اور معمولی مردے۔ الخ!''

(بیان القرآن ج ۱ ص ۹۷ تحت قول اللہ ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَن يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ'' طبع تالیفات اشرفیہ، ملتان)

ایک مرتبہ فرمایا کہ: ''ایک شخص نے حیات النبی ﷺ میں مجھ سے گفتگو کی، میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں اُن کے حق میں ارشاد ہے ''بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ'' جو لوگ فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہیں وہ کیوں کر زندہ نہ ہوں گے اور اس نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں، اس میں تو حدیثِ صریح موجود ہے اور نکتہ تائید کے درجہ میں ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ج ۱۲ ص ۸۶ طبع ملتان)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے کیونکہ جسدِ اَطہر اس کے اندر موجود ہے، بلکہ حضور ﷺ خود یعنی جسد مع تلبّس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں صحابہ کا بھی اعتقاد ہے۔ حدیث میں بھی نص ہے اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ يُرْزَقُ کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے مگر یہ یاد رہے اس حیات سے مراد ناسوتی نہیں ہے[1] وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں باقی یہ کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص ہے تو اُس کی تحقیق یہ ہے کہ اس کے مختلف مراتب ہیں، ایک مرتبہ تو تمام جماعت مومنین کو حاصل ہے جس کے ذریعہ سے نعیم قبر کی ہر مسلمان کو حس ہوگی، دوسری حیات شہداء کی ہے یہ تمام مومنین کی حیات برزخیہ سے اَقویٰ ہوگی عام مومنین کی حیات برزخیہ بہ نسبت شہید کے کمزور ہوتی ہے اگر چہ اس حیات ناسوتیہ سے وہ بدرجہا اعلیٰ ہو، پس یہ کوئی نہ سمجھے کہ عام مومنین کی حیات برزخیہ اس حیاتِ دنیوی سے بھی کمزور ہوگی اور حیات شہید کے اَقویٰ ہونے کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ زمین اس کی

[1] یعنی عالم اجسام والی، جس میں انسانی جسم نشو ونما پاتا ہے اور اَحکاماتِ شرعیہ کا پابند ہوتا ہے جن کی وضاحت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''المصالح العقلیہ'' ص ۳۴۴ میں اس طرح فرماتے ہیں کہ: ''دنیا اور برزخ کی حیات کے اندر روح اور جسد کے تعلق میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں روح جسم کے تابع اور برزخ میں جسم روح کے تابع ہے۔''

لاش کو نہیں کھا سکتی اور یہ نہ کھانا ایک اثر ہے حیات کا، پس شہید میں اس اثر کا ظاہر ہونا اور عام مومنین میں نہ ہونا، یہ دلیل ہے شہید کی حیات کے اَقویٰ ہونے کی بہ نسبت عام کی حیات کے، بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے کہتے ہیں کہ مشاہدہ اس کے خلاف ہوا ہے مگر یہ کوئی انکار کی وجہ نہیں بن سکتی کیونکہ جس طرح اس کے خلاف مشاہدہ ہوا ہے اس کے موافق بھی مشاہدہ ہوا ہے جب دونوں مشاہدہ موجود ہیں تو سرے سے اس کا انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے بہت سے بہت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کلی نہیں اکثری ہے اور نصوص کا محمل بھی اس کو کہا جاوے گا باقی مطلقاً انکار تو صحیح نہیں ہوسکتا یہ تو جواب تسلیمی ہے اس تقدیر پر جب کہ ہم مان لیں کہ جہاں تم نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا ہے وہ شہید ہی تھا مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ شہید ہی نہ ہو کیونکہ شہادت صرف اسی کا نام نہیں کہ معرکہ میں قتل ہو جائے بلکہ حقیقی شہادت کے لئے کچھ باطنی شرائط بھی ہیں مثلاً نیت کا خالص لوجہ اللہ ہونا جس کی خبر سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہو سکتی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کو آپ نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا ہے وہ شہید حقیقی نہ تھا صرف شہید اَحکام تھا اور یہ حیات کا قوی درجہ صرف شہید حقیقی کے ساتھ خاص ہوگا اور اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ وہ حقیقی شہید تھا تو ممکن ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو کہ اس کی لاش گل گئی مثلاً اس کی مٹی تیز ہو ہم نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ شہید کی حیات ایسی ہوتی ہے کہ اگر جلاؤ بھی تو اُس کی لاش نہ جلے بلکہ دعوی یہ ہے کہ شہید کو موافق عادت کے دفن کر دیا جائے جیسا کہ عموماً مردے دفن ہوتے ہیں کہ اس کی قبر میں کوئی خاص عارض دوسروں سے زیادہ مثل شوریت زمین وغیرہ کی نہ ہو تو اس کی لاش مثل دوسرے مردوں کے نہیں گلے گی بعینہٖ محفوظ رہے گی۔

اَنبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ شہداء کی حیات سے قوی ہے

تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا ہے کہ وہ شہید کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے، چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے اور وہی ہے جو شہید کے لئے ہے کہ ان کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی حدیث میں ہے ''حَرَّمَ اللہُ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ عَلَی الْاَرْضِ'' اور دوسرا اثر محسوس تو نہیں مگر منصوص ہے اور وہ حرمتِ نکاحِ اَزواجِ اَنبیاء علیہم السلام ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام کی اَزواج مطہرات سے بعد اُن کے وصال کے کسی اُمتی کو نکاح جائز نہیں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی میراث ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتی، ''نَحْنُ مَعَاشَرَ الْاَنْبِیَآءِ لَانُوْرِثُ مَاتَرَکْنَا صَدَقَةٌ'' اَنبیاء علیہم السلام کا تمام ترکہ صدقہ ہوتا ہے یہ باتیں شہید کے لئے شریعت نے مشروع نہیں کیں تو اگرچہ شریعت نے اس کا خاص کوئی راز نہیں بیان کیا مگر علماءِ محققین یہی کہتے ہیں اس کا راز قوت حیاتِ انبیاء علیہم السلام ہے کہ حیات مانع ہے ان دونوں امروں سے اور گو اَزواجِ نبی ﷺ سے بعد وفات نبی ﷺ کے نکاح حرام ہونا تمام اَنبیاء علیہم السلام کے بارہ میں منقول نہیں ہوا صرف حضور ﷺ کے لئے یہ خصوصیت قرآن میں ذکر کی گئی ہے مگر علماء حکم میراث پر قیاس کر کے اس حکم کو بھی عام جملہ انبیاء علیہم السلام کے اَزواج کے لئے سمجھتے ہیں اور میراث کا تقسیم نہ ہونا حدیث سے جملہ اَنبیاء علیہم السلام کے لئے عام طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ ان امتیازات سے حیاتِ برزخیہ اَنبیاء کا شہداء اور عام مومنین سے اَقویٰ ہونا ثابت ہوا۔ بہرحال غرض یہ بات باتفاق اُمت ثابت ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں اور خاص ہمارے حضور ﷺ کے بارہ میں تو مخالفین بھی حیات کے معتقد ہیں ان کو بھی حضور کی حیات کا اقرار ہے۔ چنانچہ ایک واقعہ سے ان کا اقرار

معلوم ہوجائے گا تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا اور میں نے خود اس تاریخ میں دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے چند صدی بعد (یاد نہیں رہا کس بادشاہ کے وقت میں) (سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ)

حضور ﷺ کے روضۂ اقدس کی طرف دو شخص ملعون کی سرنگ کھودنے کا واقعہ

دو شخص مدینہ میں حضور ﷺ کے جسدِ اطہر نکالنے کے لئے آئے تھے مسجدِ نبوی کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا اور دن بھر نماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے، لوگ ان کے معتقد بھی ہوگئے تھے زاہد مشہور ہوگئے تھے وہ کمبخت رات کے وقت اس مکان سے قبر شریف کی طرف سرنگ کھودتے تھے اور جس قدر سرنگ کھود لیتے راتوں رات مٹی مدینہ سے باہر پھینک آتے تھے اور جگہ برابر کردیتے تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے، کئی ہفتہ وہ لوگ کھودنے میں مشغول رہے جب اِدھر ان لوگوں نے یہ کام شروع کیا حق تعالیٰ نے اُس زمانے کے سلطان کو (نام یاد نہیں رہا) بذریعہ خواب کے متنبہ کردیا خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر حزن وغم کے آثار ہیں اور آپ اس بادشاہ کا نام لے کر فرمارہے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں نے بہت ایذاء دے رکھی ہے جلد مجھے ان سے نجات دو، خواب میں دونوں شخصوں کی صورت بھی بادشاہ کو دکھلادی گئی، خواب سے بیدار ہوکر بادشاہ نے وزیر سے اس کا تذکرہ کیا وزیر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے آپ جلد مدینہ تشریف لے جائیں، بادشاہ نے فوراً فوج ساتھ لے کر بہت تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف سفر شروع کیا اور بہت جلد مدینہ پہنچ گیا۔

حضور ﷺ کی قبرِ اقدس کا معجزہ

اس عرصہ میں وہ لوگ بہت سرنگ کھود چکے تھے اور بالکل جسدِ اطہر کے قریب پہنچ گئے تھے ایک دن کی بادشاہ کو اور تاخیر ہوجاتی تو وہ لوگ اپنا کام پورا کرلیتے، بادشاہ نے پہنچ کر تمام لوگوں کی مدینہ سے باہر دعوت کی اور سب کو مدینہ سے ایک خاص دروازے سے باہر نکلنے کا حکم کیا اور خود دروازہ پر کھڑے ہوکر ہر شخص کو خوب غور سے دیکھتا جاتا تھا یہاں تک کہ مدینہ کے سب مرد شہر سے باہر نکل آئے مگر ان دو شخصوں کی صورت نظر نہ پڑی جن کو خواب میں دیکھا تھا اس لئے بادشاہ کو سخت حیرت ہوئی اور لوگوں سے کہا کہ کیا سب لوگ باہر آگئے لوگوں نے کہا کہ اب کوئی اندر نہیں رہا، بادشاہ نے کہا ہرگز نہیں ہوسکتا ضرور کوئی اندر رہا ہے، لوگوں نے کہا کہ دو زاہد اندر رہ گئے ہیں وہ کسی کی دعوت میں جایا نہیں کرتے اور نہ کسی سے ملتے ہیں بادشاہ نے کہا مجھے اُن ہی سے کام ہے چنانچہ وہ پکڑ کر لائے گئے تو بعینہٖ وہ دو صورتیں نظر پڑیں جو خواب میں دکھلائی گئی تھیں اُن کو فوراً قید کرلیا گیا اور پوچھا گیا کہ تم نے حضور ﷺ کو کیا ایذاء دی چنانچہ بڑی دیر کے بعد اُنہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے جسدِ اطہر کے نکالنے کے لئے سرنگ کھودی ہے چنانچہ بادشاہ نے وہ سرنگ دیکھی تو معلوم ہوا کہ قدم مبارک تک پہنچ چکی ہے، بادشاہ نے قدم مبارک کو بوسہ دے کر سرنگ بند کرادی اور زمین کو پانی کی تہہ تک کھدوا کر قبر مبارک کے چاروں طرف سیسہ پلادیا تاکہ آئندہ کوئی سرنگ نہ لگا سکے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو بھی جسدِ اطہر کے صحیح وسالم ہونے کا ایسا اعتقاد ہے کہ کئی سو برس کے بعد بھی اس کے نکالنے کی کوشش کی اگر ان کو جسدِ اطہر کے محفوظ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو وہ سرنگ کیوں نکالتے؟ محض

وہم اور شبہہ پر اتنا بڑا خطرہ کا کام کوئی نہیں کرتا، جو لوگ اہلِ کتاب ہیں وہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی وہ خوب جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نبی برحق تھے، مگر بوجہ عناد کے اقرار نہیں کرتے جب حضور ﷺ کا جسدِ اطہر موافقین و مخالفین سب کے نزدیک بالاتفاق محفوظ ہے اور مع روح ہے جیسا کہ بیان کیا گیا تو ظاہر ہے اور علماء نے بھی تصریح کی ہے۔

جس بقعہ سے جسمِ اَقدس مس کئے ہوئے ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے

کہ وہ بقعہ جس سے جسم مبارک خصوص مع الروح مس کئے ہوئے ہے عرش سے بھی افضل ہے کیونکہ عرش پر معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہٗ بیٹھے ہوئے نہیں اگر بیٹھے ہوئے ہوتے تو بے شک وہ جگہ سب سے افضل ہوتی مگر خدائے تعالیٰ مکان سے پاک ہیں، اس لئے عرش کو مستقرِ خداوندی نہیں کہا جا سکتا اور اس سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ استواء علی العرش کے معنی استقرار کے نہیں ہو سکتے کیونکہ بیٹھنے کی جگہ وہ ہو سکتی ہے جو بیٹھنے والے سے زیادہ یا کم سے کم اس کے برابر تو ہو مثلاً اگر ہم تخت یا کرسی پر بیٹھیں اور اس کے اوپر ایک تنکا پڑا ہوا ہو تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہم تنکے پر مستقر ہوئے کیونکہ اس کو ہم سے کچھ بھی نسبت نہیں اس لئے وہ ہمارا مکان نہیں بن سکتا۔

استواء علی العرش کی تفسیر بدیع

پس اسی طرح عرش خدا تعالیٰ کا مکان نہیں بن سکتا کیونکہ اس کو خدا تعالیٰ سے وہ نسبت بھی نہیں جو رائی کے دانہ کو ہم سے ہے اسی دلیل سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ استواء علی العرش کے معنٰی بیٹھنے کے ہرگز یہاں نہیں ہو سکتے، اب سوال ہوگا کہ پھر کیا معنٰی مراد ہیں اس میں سلف کا مسلک تو یہ ہے کہ سکوت کرو اور واقعی سلامتی اسی میں ہے مگر متاخرین نے بہ مصلحتِ وقت کسی مناسب تاویل کر دینے کی اجازت دے دی ہے جب مصلحت کی بنا پر بابِ تاویل مفتوح ہو گیا تو ہر شخص کو مناسب تاویل کر دینے کا حق ہے۔

ایک تاویل میرے ذہن میں اس آیت کی آئی ہے جو دوسری تاویلوں کی بہ نسبت اَقرب اور بہت صاف ہے۔ اگرچہ میرا مذاقِ طبعی اس بارہ میں سلف کے موافق ہے لیکن جو لوگ بضرورت تاویل کرنا ہی پسند کرتے ہیں وہ میری اس تاویل کو بھی ان ہی تاویلوں میں جگہ دے دیں میرے ذہن میں استواء علی العرش کے متعلق یہ بات آئی ہے کہ نص آیات میں استواء علی العرش کے بعد يُدَبِّرُ الْاَمْرَ بھی آیا ہے جس کو استواء علی العرش کا بیان قرار دیا جائے تو یہ محاورہ ایسا ہو جائے گا جیسا کہ ہماری زبان میں بولا جاتا ہے کہ ولی عہد تخت نشین ہو گیا عرف میں تخت نشین ہونے کے معنٰی حکمران ہونے کے ہیں خاص تخت پر بیٹھنا ضروری نہیں اسی طرح استواء علی العرش کے معنی تدبیر و حکمرانی فرمانے کے ہیں یعنی زمین و آسمان کو پیدا فرما کر حق تعالیٰ شانہٗ اُن آسمان و زمین میں حکمرانی و تدبیر و تصرف کرنے لگے، پس اگر تاویل کی جاوے تو یہ تاویل بھی عمدہ اور لطیف تاویل ہے، بس یہ کنایہ ہوگا، غرض حق تعالیٰ شانہ پر بوجہ مانعاتِ عقلیہ کے استواء متعارف کا حکم نہیں کیا جا سکتا تو عرش کو محلِ استقرارِ حق کی وجہ سے فضیلت نہیں ہے کہ بقعہ شریفہ سے وہ افضل ہوتا بلکہ اس کو صرف اسی وجہ سے اور اَماکن پر فضیلت ہے کہ وہ ایک تجلی گاہ ہے اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے زیادہ کون تجلی گاہ الٰہی ہوگا۔

پس اس حیثیت کے اثر سے بھی بقعہ شریفہ خالی نہ رہا اس لئے ہر طرح وہ جگہ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں سب سے زیادہ اشرف ہوئی کیونکہ تجلیاتِ حق بواسطہ رسول اللہ ﷺ اس جگہ تمام اماکن سے زیادہ فائض ہوتے ہیں۔ بہرحال اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے یہ تو ایک مقدمہ تھا کہ بقعہ شریفہ وقبر شریف تمام اماکن سے افضل ہے۔''

(وعظ السرور ص ۱۸۳ مشمولہ میلاد النبی ﷺ طبع کتب خانہ جمیلی لاہور، نیز اشرف الجواب حصہ دوم ص ۲۵۴ تا ص ۲۵۸ طبع مکتبہ خلیل لاہور)

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سیّد حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نقش حیات میں تحریر فرماتے ہیں: ''بہرحال اکابر علماء دیوبند کو اسی وراثتِ نبوی میں سے عظیم الشان حصہ ملنا ضروری تھا چنانچہ مل کر رہا اور ایسا کھلا ہوا جھوٹ ان کے خلاف استعمال کیا گیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی، اولاً ان کو اس رسالہ (حسام الحرمین) میں وہابی ظاہر کیا گیا حالانکہ محمد بن عبدالوہاب اور اس کے فرقہ سے ان حضرات (اکابر علماء دیوبند) کا دور کا بھی تعلق نہ تھا وہ عقائد واعمال جو طائفہ وہابیہ کے مشہور اور مابہ الامتیاز (بین اہل السنۃ وبینہم) ہیں ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں وہ وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاءِ علاقہ (تعلق) بین الروح والجسم کے منکر ہیں[1] اور یہ حضرات (اکابر دیوبند) صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں، رسالہ آبِ حیات نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ[2] کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ، اجوبۂ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔'' (نقش حیات ص ۱۲۲)

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: ''حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ العزیز آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں وہ بلند پایہ مضامین ارشاد فرماتے ہیں جن کے حریم معلّٰی تک جلیل القدر علماءِ اُمت کا طائرِ فکر بھی پرواز نہیں کر سکا تھا، رسالہ آبِ حیات، قبلہ نما، تحذیر الناس، ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، قاسم العلوم، مناظرۂ عجیبہ وغیرہ ایسے مضامین سے بھرے ہوئے ہیں، ان مضامین کو ملاحظہ فرما کر ہمارے بیان کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔'' (نقش حیات ص ۱۲۳)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ رجوم المذنبین میں تحریر فرماتے ہیں: ''مجدی[3] اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیاتِ برزخ ہے جو آحادِ اُمت کو ثابت ہے بعض ان کے حفظ جسم نبی

---

[1] حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حیات جسمانی اور بقاءِ علاقہ بین الروح والجسم کے منکر اہل سنت میں سے نہیں اور وہ دیوبندیت سے بھی خارج ہیں۔

[2] معلوم ہوا کہ ''آبِ حیات'' لکھنے کی غرض محض ردِ روافض ہی نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ اصل مقصود عقیدہ حیات النبی ﷺ کا اثبات تھا۔

[3] اس سے مراد مجدیہ متاخرین ہیں ورنہ متقدمین مجدیہ تو اجماع امت کے خلاف نہ تھے۔

کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد (لوگوں کی زبان سے بالفاظ کر یہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارۂ حیات نبوی ﷺ سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے، اب غور فرمایئے کہ ان اکابر کے رسائل اور اعتقادات بالکل اس کے مخالف ہیں حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تحریر فرمائی جو کہ مشہور بین العالم ہے اس میں کر رور شور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ ہدایۃ الشیعہ اور رسالہ حج وغیرہ میں بھی اس کی تصریح وتائید فرما رہے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں خصوصاً ان حضرات کی عبارتیں بہت طول وطویل واقع ہو رہی ہیں اور متعدد رسالے اس مضمون میں تفصیلاً واجمالاً چھپے ہوئے مشہور ہیں اس لئے بخوف تطویل میں نقل نہیں کرتا ہوں جس کا جی چاہے آب حیات وہدیۃ الشیعہ واَجوبہ اَربعین ولطائف قاسمیہ وہدایۃ الشیعہ وزبدۃ المناسک وغیرہا رسائل میں دیکھ لیوے یہ ایک خاص مسئلہ ہے جس میں وہابیہ نے علماء حرمین کی مخالفت کی اور بارہا جدال ونزاع کی نوبت آئی اس مسئلہ میں اور مسئلہ آئندہ کی وجہ سے وہاں وہابی سنی سے متمیز ہوتا ہے۔''

(رجوم المذنبین مشمولہ الشہاب الثاقب ص ۲۲۴)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی تفسیر کے دوران ایک معترض کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ابوداؤد کی روایت میں رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ فرمایا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اُسَلِّمَ عَلَیْہِ اَوْ کَمَا قَالَ اگر لفظ اِلَیَّ رُوْحِیْ فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ دور ہو سکتا ہے اِلٰی اور عَلٰی کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا عَلٰی استعلاء کے لئے ہے اور اِلٰی نہایت طرف کے لئے ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا نہ یہ کہ وہ جسم اَطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹایا گیا ہے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ج ا ص ۲۴۸ طبع مجلس یادگار شیخ الاسلام کراچی)

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''اب اگر بالفرض وہی معنٰی لئے جائیں جو آپ نے سمجھے ہیں اور عَلٰی اور اِلٰی میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ پر اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز دُرود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوام حیاۃ لازم آئے گا۔'' (ایضاً ج ا ص ۲۵۱)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس مضمون کی تائید میں ہے اس لئے ذیل میں اُسے بھی نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمایئے، حضرت تحریر فرماتے ہیں: ''حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک حضوری مدینہ منورہ کے بارہ میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے، مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات ﷺ کی زیارت اور آپ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے، آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور اَز قبیلِ حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے، آپ سے توسل نہ صرف وجود ظاہری کے زمانہ میں کیا جاتا تھا، بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہئے، محبوب حقیقی تک وصال اور اس کی رضا صرف آپ ہی کے ذریعہ سے اور وسیلہ سے ہو سکتی ہے اسی وجہ سے میرے نزدیک یہی

ہے کہ حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہئے اور آپ کے توسل سے نعمت قبولیتِ حج وعمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے، مسجد کی نیت خواہ تبعاً کر لی جائے، مگر اَولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے، تاکہ لَا تَحْمِلُہٗ اِلَّا زِیَارَتِیْ والی روایت پر عمل ہو جائے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۱۵۴)

ایک حیرت انگیز کرامت

حاجی احمد حسین لاہر پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حیرت انگیز کرامت ذکر فرماتے ہیں جس سے اس مسئلے کی بھی وضاحت ہوتی ہے: ''مدینہ منورہ میں قبلہ دکن (جنوب) جانب ہے۔ قبہ خضراء پورب (مشرق) کے گوشہ میں واقع ہے، پچھم (مغرب) جانب بابُ الرحمۃ کے متصل دالان میں حضرت درس دے رہے تھے، قبہ خضراء کی جالیاں سامنے تھیں تلامذہ میں سے ایک صاحب کو حیات النبی ﷺ کے متعلق کافی شکوک تھے۔ دوران درس ایک بار اُنہوں نے جونگاہیں اُٹھائیں تو سامنے نہ قبہ خضراء تھا اور نہ جالیاں، بلکہ حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف فرما تھے، اُنہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلبہ کو متوجہ کرنا چاہتے ہوں) تو حضرت نے اشارے سے منع فرمایا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو سب چیزیں اپنی سابقہ حالت پر تھیں۔'' (شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات ص ۳۳، طبع مکتبہ دینیہ، دیوبند)

روضۂ مطہرہ سے آپ کو سلام کا جواب ملا

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی (م ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء) تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب ا[illegible]وی مرحوم مفتی مالیر کوٹلہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے جن کو خدا نے علم ظاہری کے ساتھ تقویٰ اور طہارت باطنی کی دولت سے بھی نوازا تھا صاحب سلسلہ بزرگ تھے (حضرت سائیں توکل حسین صاحب اُنبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے)، اور تقریباً سو سال کی عمر میں اب (۵۸ء) سے تقریباً پندرہ سال قبل (۱۹۴۳ء میں) عالم آخرت کی طرف رحلت فرما ہوئے، اس خادم کو مرحوم سے شرف نیاز حاصل تھا جب کبھی دہلی تشریف فرما ہوتے اکثر و بیشتر حاضری کی سعادت حاصل ہوتی تھی چونکہ حضرت شیخ (مدنی رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی اس خادم کو شرف تلمذ حاصل ہے، اس تعلق کے لحاظ سے مرحوم سے اَثنائے ملاقات حضرت شیخ کا بھی ذکر آجایا کرتا تھا ایک ملاقات میں مرحوم نے فرمایا: ایک بار زیارت بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربارِ رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ اِمسال روضۂ اَطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا، ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو دربار رسالت سے ''وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا وَلَدِیْ'' کے پیارے اَلفاظ سے اُس کو جواب ملا، مولانا (مشتاق احمد) مرحوم نے فرمایا، اس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا، مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے، دل تڑپ اُٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی تاکہ اس محبوب بارگاہ رسالت کی زیارت سے مشرف ہو سکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کر لوں۔

تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ ہندی نوجوان سیّد حبیب اللہ مہاجر مدنی کا فرزندِ اَرجمند ہے۔ مرحوم نے فرمایا

کہ سید صاحب سے ایک گونہ تعارف وتعلق بھی تھا۔ گھر پر پہنچا ملاقات کی، اپنے اس دوست کے سعادت مند سپوت ہندی نوجوان کو ساتھ لے کر گوشہ تنہائی میں چلا گیا، اپنی طلب وجستجو کا راز بتادیا اور واقعہ کی تصدیق کی، ابتداءً خاموشی اختیار کی لیکن اصرار کے بعد کہا: ''بے شک جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے'' یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد مولانا (مشتاق احمد) مرحوم نے فرمایا: سمجھے؟ یہ ہندی نوجوان کون تھا؟ یہی تمہارے اُستاذ مولانا حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ!''

(شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات ص: ۴۳، طبع مکتبہ دینیہ، دیو بند)

حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہم کا مسلک وموقف

پاکستان میں خانوادۂ مدنی کے ترجمان عزیزم مولانا تنویر احمد شریفی زید مجدہم فرماتے ہیں: ''۸ رشوال المکرم ۱۴۱۸ھ/ ۶ رفروری ۱۹۹۸ء بروز جمعہ مرشدی حضرت مولانا سید اَرشد مدنی مدظلہم نے عمرہ کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ سے دہلی جاتے ہوئے میرے جدّ امجد حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م: ۲۱ رربیع الثانی ۱۴۳۲ھ/ ۲۷ رمارچ ۲۰۱۱ء) کے مدرسہ تعلیم القرآن شریفیہ کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے کراچی میں قدم رنجہ فرمایا، اور اگلے روز عشاء کے بعد واپسی میں دہلی تشریف لے جاتے ہوئے کراچی کے ہوائی اڈا پر وقت سے پہلے پہنچنے کی وجہ سے حضرت مرشدی مدظلہم فوراً ہوائی اڈا کی عمارت میں تشریف نہیں لے گئے، بلکہ باہر کھڑے کھڑے باتیں کرتے رہے، اس موقع پر حضرت مدظلہم نے فرمایا: ''والد ماجد حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی غائبانہ بیعت ہوتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اَکابر کے مشرب ومسلک پر اگر ہوں اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر قائل ہوں تو بیعت کرتا ہوں اور یہ صورت حال اکثر جب پیش آتی جب ملک تقسیم ہوگیا اور آپ کے ہاں پاکستان سے کوئی بیعت ہونا چاہتا تھا۔''

جب حضرت مدظلہم نے یہ بات فرمائی اُس وقت میرے جدامجد کے علاوہ اُستاذی مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مصباح اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفتی جمیل خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم (جامعہ مدنیہ، لاہور) اور دیگر موجود تھے۔

۶ ررجب المرجب ۱۴۲۹ھ/ ۱۰ رجولائی ۲۰۰۸ء کو جامعہ علوم اِسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ختم بخاری شریف کی مناسبت سے سالانہ تقریب منعقد ہوئی جس میں شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہم کے روحانی ونسبی جانشین حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہم اُستاذ حدیث دارالعلوم دیو بند (انڈیا) تشریف لائے اور بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا، آپ کے اس درس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... ''ہمارے اَکابر کا جو مسلک ہے میں نے وہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے تاکہ آپ علی وجہ البصیرہ ہوں اور اپنے اَسلاف کے طریقہ عمل اور طریقہ کار سے اِنحراف نہ کریں ورنہ خیر کے دروازے بند اور شر کے دروازے کھلیں گے اِسی طریقہ کو اختیار کریں جس طرح یہ دین چودہ سو سال سے پھلتا پھولتا رہا ہے اور ان شاء اللہ پھلتا پھولتا رہے گا۔

۲...... دیکھیے! ہم تو علماء دیو بند اور مسلک دیو بند کے تابع ہیں اب دنیا کے اندر مفاسد اور نئے نئے طریقے کے

عقائد آ گئے ہیں، کوئی اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے، کوئی حیات انبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے، کوئی موت کے بعد میت کو مثل الحجر قرار دیتا ہے، کوئی کیا کہتا ہے کوئی کیا؟ ہر شخص امام وقت اور اپنے آپ کو مجتہد العصر سمجھتا ہے، ہم تو اندھے مقلد ہیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مسلک دیو بند کی اساس ہیں دیو بندی علماء کے مسلک کی بنیاد جہاں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مؤسس ضرور ہیں مگر مسلک کی بنیاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جیسا متشدد وہ شخص ہے مسلک میں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔

۳...... وہ چیز جو مسلک کے خلاف ہے اُس کی اجازت نہیں ہو سکتی، دیو بندی مسلک کی بنیاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ حضرات میں سے جو لوگ اِس مسلک کے تابع ہیں مکمل سو فیصد، میں بحیثیت ایک خادم ہونے کے، کفش بردار ہونے کے، مجھ کو جس طرح میرے اُستاذ محترم مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی، میں اِسی طرح آپ سب حضرات کو اجازت دیتا ہوں اور یہ آپ سے کہتا ہوں کہ مسلک دیو بند کو اللہ نے وہ قبولیت عطاء فرمائی ہے دنیا میں جواب کسی دوسرے کو نہیں ہے اور یہ ان کا خانہ زاد مسلک نہیں ہے یہ وہی مسلک ہے من وعن جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور سلف صالحین سے چلتا آ رہا ہے اس کے اندر بڑی موزونیت ہے ہر شخص کو اس کا وہ رتبہ دیا گیا ہے جو رتبہ اس کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعین کرتی ہے، اس کے اندر کوئی امتیاز اپنی طرف سے نہیں ہے اور اس کی ایک تفصیل ہے مگر وقت کم ہے اور میں اس میں نہیں جانا چاہتا ہوں، اس لئے آپ کو حریص رہنا چاہئے اور اس پر قائم رہنا چاہئے، بہت سے ادارہ ہیں جو گلابی مسلک رکھتے ہیں: ''با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام'' ایسا نہیں ہے، ہمارے اکابر میں تشدد تھا (تشدد یعنی تصلب) تھا، جب کسی چیز کو حق سمجھ لیا تو کوئی مصلحت وقتی ایسی نہیں ہے کہ اس حق کے سلسلہ میں اپنی نگاہ کو بند کر لیں اگر بند کر لیتے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، مگر نہیں، ڈھیلے پتھر کھائے، مصیبتوں کو جھیلا مگر اپنے مسلک کے اُوپر پہاڑ کی طرح جمع رہے۔

۴...... <u>عقیدہ کے لئے کسوٹی اِس زمانہ کے اندر ہمارے نزدیک سب سے بہترین کسوٹی **مسلک** دیو بند ہے جو ہمارے اکابر سلف صالحین کا عقیدہ ہے اِس عقیدہ کے اوپر قائم رہنا چاہئے، جو حضرات اس عقیدہ کی قدر و قیمت کو پہنچانتے ہیں اور دل و جان سے اس کو قبول کرتے ہیں اُن کو میں اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے۔''</u>

(ماہنامہ بینات ج ۱۷ ش ۹، ۱۰ ص ۲۳ تا ۳۶)

۱۹ رصفر المظفر ۱۴۳۳ھ/ ۱۴ رجنوری ۲۰۱۲ء کو حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی مدظلہم ''حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سیمینار'' میں شرکت کے لئے پاکستان تشریف لائے، لاہور، بھکر، ڈیرہ اسماعیل خان سمیت صوبہ کے پی کے (اُس وقت صوبہ سرحد) کے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے ۱۸ رجنوری ۲۰۱۲ء جامعہ علوم اِسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لائے اور بعد از نماز مغرب آپ نے طلباء و فضلاء کے ایک بڑے مجمع سے خطاب فرمایا، اگلے روز صبح فجر کے بعد مہمان خانہ میں بعض متوسلین کو بیعت فرمایا، بعد ازاں حضرت مرشد مدنی مدظلہم نے دار الحدیث میں طلبہ دورۂ حدیث شریف کو اجازت دی، اس حوالہ سے مولانا تنویر احمد شریفی صاحب زید مجدہٗ لکھتے ہیں: ''آپ لوگوں کا اصرار ہے کہ میں آپ کو حدیث کی اجازت دوں، اگر چہ میں تہی دست ہوں اور اپنے آپ کو ہر گز اس قابل نہیں سمجھتا کہ میں اجازت دوں، آپ باکمال اساتذہ کرام سے پڑھتے ہیں اور حقیقت میں وہ صاحب علم ہیں آپ کا مجھ سے مطالبہ سمجھ سے بالا ہے، بس صرف یہی سمجھ میں آتا ہے کہ میں دار العلوم دیو بند کا ایک ادنیٰ سا خادم ہوں، اِس نسبت کی وجہ سے آپ مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں اجازت حدیث دوں۔

میرے عزیز طلباء! حدیث کی اجازت دیتے وقت یہ ضروری نہیں ہے کہ اُستاذ کے سامنے حدیث پڑھی جائے، اِس بات کو مدنظر رکھئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی یہ مبارک اَحادیث ہمیں اپنے اَکابر اَساتذہ سے پہنچی ہیں اگر آپ اپنے اَکابر کے عقائد اور مشرب کو حق سمجھتے ہیں، اُن کے عقائد ونظریات خانہ زاد نہیں تھے بلکہ یہ عقائد جناب رسول اللہ ﷺ کے تھے آپ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین کرام سے ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں، اگر آپ اپنے اَکابر کے عقائد ونظریات اور فکر ومشرب بالخصوص ''عقیدہَ حیات النبی ﷺ'' کو صحیح سمجھتے ہیں تو یہ ناچیز آپ حضرات کو حدیث کی اجازت دیتا ہے، یہ بھی یادر ہے کہ اگر آج آپ ان عقائد کے قائل ہیں تو اجازت ہے اور اگر بعد میں آپ اِن عقائد پر پوری طرح سے کاربند نہ رہے تو آپ سے یہ اجازت حدیث منسوخ اور مسلوب ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (جانشین شیخ الاسلام کے دورہَ پاکستان (۲۱۰۲ء) کی رپورٹ، قلمی، ص:۱۰)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ صدر مفتی دار العلوم دیوبند کا مسلک وموقف

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی اقویٰ واتم ہے اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ لہٰذا اَحکام اَموات ظاہر یہ سب پر جاری ہوتے ہیں، اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنفہ: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ میں مذکور ہے اس کو دیکھ لیں۔'' (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۷ طبع دار الاشاعت، کراچی)

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اَعظم ہند کا مسلک وموقف

''اَنبیاءِ کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے، اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور اَنبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے، دنیا کے اعتبار سے تو وہ سب اَموات میں داخل ہیں، اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اس کی صریح دلیل ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱، ص ۶۸ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

کچھ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں: ''اَنبیاء علیہم السلام کو حضرت حق تعالیٰ نے ایک مخصوص اور ممتاز حیات عطا فرمائی ہے جو شہداء کی حیات سے ممتاز ہے اور شہداء کو ایک حیات عطا ہوئی ہے جو اَولیاء کی حیات سے امتیاز رکھتی ہے مگر یہ زندگیاں دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں کیونکہ دنیا کی زندگی کے لوازم ان میں پائے نہیں جاتے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۷۷)

مزید فرماتے ہیں: ''حضرت رسالت پناہ ﷺ قبرِ مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت الجماعت کا مذہب ہے۔'' (ایضاً ج:۱، ص:۱۶۰)

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

۱۹۵۶ء/۱۳۷۶ھ میں ایک صاحب نے اپنی تسلی کے لئے مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند ایک استفتاء بھیجا جس کا باحوالہ جواب حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسنؒ نے دیا جو اُس وقت کے دینی رسائل میں بھی طبع

ہوا۔ حضرت مفتی صاحب کے اس فتویٰ پر پاکستان کے بعض جلیل القدر علماء کے دستخط بھی ثبت ہیں، وہ استفتاء مع جواب یہ ہے: ''استفتاء نمبر ۱۹۹۸: یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں، کیا یہ عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیۂ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود اور حیات ہیں آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہوکر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں، آپ اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہٖ وروحہٖ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے حدیث میں آتا ہے:

۱...... اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ (الحدیث)

۲...... وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ اُعْلِمْتُهٗ رواه ابو الشيخ وسَنَدُهٗ جَيِّدٌ (القول البدیع ص ۱۱۶)

۳...... عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْاَنْبِيَاءُ (صَلَوٰاتُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ) اَحْيَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ رواه ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ و البیهقی رحمۃ اللہ علیہ وغيرهما (شفاء السقام ص: ۱۳۴)

دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنۃ والجماعۃ ہے، غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳ / ۵ / ۷۶ھ ...... مہر دار العلوم دیوبند

الجواب صحیحٌ جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ رشوال ۷۶ ۱۳ھ

اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق کان اللہ لہٗ، مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صوابٌ محمد رسول خان عفا اللہ عنہٗ

الجواب صحیحٌ ابو الزاہد محمد سرفراز صفدر'' (تسکین الصدور ص: ۴۹)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الملہم شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں: ''اِنَّ النَّبِیَّ حَیٌّ كَمَا تَقَرَّرَ وَ اَنَّهٗ يُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ بِاَذَانٍ وَّاِقَامَةٍ۔'' (فتح الملہم شرح مسلم ج: ۶، ص: ۳۰۴ طبع مکتبہ دار العلوم کراچی)

بے شک حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ اپنی قبر مبارک میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''اما بعد وفاته فروحه المقدسة ﷺ قد استقرت فی الرفیق

الاعلیٰ مع ارواح الانبیاء علیهم السلام ولا یتوهم من هذا انکار حیاته فی قبره الشریف فان لروحه ﷺ اشرافا علی البدن المبارك المطیب واشرافا وتعلقا به وبدنه فی ضریحه غیر مفقود واذا سلم علیه المسلم رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام کما ورد فی الحدیث ولم یفارق الملأ الاعلیٰ ومن کثف ادراکه وغلظت طباعه عن هذا للادراك فلینظر الی الشمس فی علو محلها۔“ (فتح الملہم شرح مسلم ج:۶، ص:۳۰۷)

وفات شریف کے بعد آپ کی روح مقدسہ دوسرے انبیاء کی ارواح کے ساتھ رفیقِ اعلیٰ میں استقرار پذیر ہے، لیکن اس سے آپ کے اپنی قبر شریف میں زندہ نہ ہونے کا وہم نہ کیا جائے کیونکہ آپ کی روحِ اقدس قبر میں رکھے بدن پاک پر اپنا اثر ڈال رہی ہے اس کی اس پر روشنی پڑ رہی ہے اور اس کا بدنِ اطہر کے ساتھ تعلق قائم ہے آپ کا بدن مبارک قبر مبارک سے ہرگز غائب نہیں ہوا اور جب بھی کوئی مسلمان آپ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح اقدس کو آپ کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں یہاں تک کہ آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اس کے باوجود آپ ملأ اعلیٰ علیین سے جدا نہیں ہوتے، جس کا ادراک کثیف ہو اور اس کی فطرت ایسے حقائق کے ادراک کرنے میں غلیظ ہو اسے سورج کو اس کے علو محل میں دیکھنا چاہیے۔

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عربی کتاب ”اعلاء السنن“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”ولاشك فی حیاته ﷺ بعد وفاته، وکذا سائر الانبیاء علیهم السلام أحیاء فی قبورهم حیاة اکمل من حیاة الشهداء التی أخبر الله تعالی بها فی کتابه العزیز، ونبینا ﷺ سید الانبیاء وسید الشهداء واعمال الشهداء فی میزانه وقد قال ﷺ علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی“ رواه الحافظ المنذری وروی ابن عدی فی کامله عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون ورواه ابو یعلی برجال ثقات، ورواه البیهقی وصححه۔“

(اعلاء السنن ج۱۰ ص۵۰۱ کتاب الحج)

اور کوئی شک نہیں حضور اکرم ﷺ کی حیات میں آپ کی وفات کے بعد، ایسے ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں ایسی حیات کے ساتھ جو شہداء کی حیات سے بھی زیادہ کامل ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں دی ہے اور ہمارے نبی ﷺ تو تمام انبیاء اور تمام شہداء کے سردار ہیں اور شہداء کے اعمال آپ کی میزان عمل میں جاتے ہیں، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسے زندگی میں اس کو حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور ابن عدی نے اپنی کامل میں حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اس حدیث کو روایت کیا ہے ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ راویوں سے اور اس روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: ''ومن جاء قبرہ فقد جاء رسول اللہ ﷺ وانما ینکر ذلك من ینکر حیا تہ ﷺ فی قبرہ ولم یقرع سمعہ قول ابی ایوب جئت رسول اللہ ﷺ ولم آت الحجر او کان فوادہ فارغا من حبہ و عقلہ خالیا من لبہ واما المجنون فلا تسئل عنھم فواللہ انھم لا یأتون القبر وانما یجیئون رسول اللہ ﷺ واذا انصرفوا الیٰ بلادھم تصدعت قلوبھم لفراق حبیبھم ﷺ وانذھلت عقولھم۔'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۰۸ کتاب الحج)

جو نبی کریم کی قبر پر آتا ہے وہ یقیناً رسول کریم ﷺ کے پاس آتا ہے اور اس کا انکار تو وہی کرے گا جو حضور ﷺ کی حیات فی القبر کا منکر ہوگا اور جس کے کانوں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں ٹکرایا ہوگا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں میں پتھر کے پاس نہیں آیا، یا پھر اس کا انکار وہ کرے گا جس کا دل حضور اکرم ﷺ کی محبت سے خالی ہوگا اور جس کی عقل دل و دماغ خالی ہوگی، یا پھر وہ انکار کرے گا جو مجنوں اور دیوانہ ہوگا تم اہل اللہ صحابہ و تابعین کے بارہ میں مت کچھ پوچھو یہ لوگ آپ کی قبر پر نہیں آتے تھے بلکہ بنفس نفیس آپ ﷺ کے پاس آتے تھے، اور جب اپنے ملکوں کو واپس جاتے تھے تو ان کے دل پھٹنے لگتے تھے اپنے محبوب ﷺ کی جدائی میں اور عقلیں اُڑ جاتی تھیں۔

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَنبیاء علیہم السلام اپنی وفات کے بعد بھی عبادات اور نیک اعمال سے معطل نہیں رہتے بلکہ دوسروں کی درود بھی ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے ان کے جسموں کو زمین نقصان نہیں پہنچاتی اور ان کو رزق بھی ملتا ہے یہ جملہ صفات حیات کی صفات ہیں۔'' (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۰۱)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ خدام الدین کی ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں شائع کیا گیا تھا، ملاحظہ فرمائیں، اگلے صفحہ پر اس کا عکس بھی پیش کیا جارہا ہے۔

اَنبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ کے بارہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی دامت برکاتہم کا عقیدہ

''میرا عقیدہ وہی جو حضرات اکابر دیو بند کا ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا وہ حیات باعتبار ابدانِ دُنیوی دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ اَنبیاء علیہم السلام کا اَبدانِ دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اَہلِ سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے ہمارے اَکابرِ دیو بند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اَکابرِ دیو بند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا میرے خیال میں کوئی صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی کا منکر نہیں ہوسکتا جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم ﷺ کی روضۂ اَطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ'' (خدام الدین ج ۶، شمارہ ۱۳ بتاریخ ۱۹ رجمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۶۰ء)

خدام الدین میں شائع اس عقیدہ کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

خدام الدین لاہور ۳

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد ۶ | ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۶۰ء | شمارہ ۳۱

انبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ کے بارے میں

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دامت برکاتہم کا عقیدہ

میرا عقیدہ وہی ہے جو حضرات اکابر دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کا ابدانِ دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں کوئی صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی کا منکر نہیں ہو سکتا جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔

(احقر الانام احمد علی عفی عنہ)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''جمہور علماء اُمت کا عقیدہ اِس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اَنبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے بالکل مماثل ہے بجز اس کے کہ وہ اَحکام کے مکلف نہیں ہیں بلکہ کچھ آثار بعض دنیاوی اَحکام میں بھی باقی ہیں مثلاً میراث کا تقسیم نہ ہونا، اَزواجِ مطہرات سے بعد وفات کسی کا نکاح جائز نہ ہونا، متقدمین میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا اور متاخرین میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل رسالہ اس مسئلہ کی

توضیح کے لئے کافی ہے جن میں روایات حدیث کافی تفصیل کے ساتھ درج ہیں، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''وَلِحَیَاۃِ الْاَنْبِیَاۤءِ بَعْدَ مَوْتِہِمْ شَوَاھِدُ مِنَ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ'' اس میں تصریح ہے کہ موت کے بعد ان کی حیات اَحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ موت صرف جسم پر آتی ہے روح پر نہیں، اس لئے حیات بعد الموت کو صرف روحانی کہنے کے کوئی معنٰی نہیں اور ''شفاء السقام'' میں امام حدیث وفقہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نواں باب اسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے لکھا ہے اس میں اَنبیاء علیہم السلام کے لئے بعد وفات کے حیات جسمانی حقیقی ثابت کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

''وقد ذکرنا من جماعة من العلماء و شهد له صلوٰة موسٰی علیه السلام فی قبره فان الصلوٰة یستدعی جسداً معها و کذلك الصفات المذکورة فی الانبیاء لیلة الاسراء کلها صفات الاجسام ولایلزم من کونها حیاة حقیقیة ان یکون الابدان معها کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام و الشراب والامتناع عن النفوذ فی الحجاب الکثیف وغیر ذالك من صفات الاجسام التی نشاهدها بل قد یکون لها حکم اٰخر فلیس فی العقل ما یمنع من اثبات الحیاة الحقیقیة بهم۔'' (شفاء السقام من السبکی)

اس کے بعد شہداء کی حیات برزخی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''فلم یبق الا انها حیاة حقیقیة الاٰن وان الشهدآء احیاء حقیقیة و هو قول جمهور العلماء لکن هل ذلك للروح فقط او للجسد معها فیه قولان''

اس کے بعد اس قول ثانی کو ترجیح دی کہ یہ حیات حقیقی صرف روح کے لئے نہیں بلکہ جسد کے لئے بھی ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ جب عام شہداء اُمت کے لئے برزخ میں حیات حقیقی جسمانی ثابت ہوئی تو اَنبیاء کی حیات کچھ ان سے اعلٰی واقوی ہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے، جمہور علماء اُمت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور بزرگانِ دینِ دیوبند کا ہے۔

(۳، ۴) مسئلہ مذکورۃ الصدر کی تحقیق میں یہ بھی آچکا ہے کہ صرف حیات روحانی کا قول جمہور علماء اُمت کے خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دیوبندیت کوئی مستقل مذہب نہیں، جو اِتباع سلف وجمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے وہ دیوبند کے بھی ضرور خلاف ہے۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ دارالعلوم کراچی نمبر ا...... ۱۳؍ربیع الثانی ۸۷ ۱۳ھ'' (مقام حیات ج ۲ ص ۲۶۸)

حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل وسابق مدرس مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی نے ''ارشاد العلماء الی تحقیق سماع الموتٰی وحیات الانبیاء علیہم السلام'' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی ہے، اس کتاب میں آپ نے ٹھوس حقائق اور علمی نکات پیش کرتے ہوئے مسئلہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کو دلائل سے واضح کیا نیز فریق ثانی کو سمجھایا اور آخر میں لکھا:

''چند دنوں یہی خیال رہا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور کا نازک اور باریک مسئلہ اکابر ملت و علماء راسخین بالخصوص حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی دقیق انظار، عمیق افکار، خداداد فراست اور ذکاء سے اُن کی کتاب ''آب حیات'' میں محقق ہو کر طے ہو چکا ہے، جن لوگوں کو ان کے الہامی حقائق سے شرح صدر نہیں ہوا تو وہ کسی اور کی باتوں سے کیا مطمئن ہوں گے، بالخصوص جب کہ ان کے بعد ان کے پوتے جو اذکیاء عصر ہونے کے ساتھ اپنے جد امجد کے علوم و معارف سے پورے باخبر ہیں یعنی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند اور دیگر علماء کرام کا متفقہ اجماعی فیصلہ بھی اس بارہ میں معرضِ وجود میں آچکا ہے جس کا تذکرہ گزشتہ گزر چکا ہے لیکن فریقِ ثانی کے راہنماؤں نے اس سے بھی اتفاق نہ کیا، وہ اپنی باتوں کو وحی خداوندی سمجھ رہے ہیں اس میں ذرہ برابر ترمیم کو تیار نہیں، تو ایسے حالات میں ہماری گزارشات کیا فائدہ دے سکتی ہیں؟ خاموشی ہی بہتر ہے، لیکن چند دنوں کے بعد دوسرا خیال یہ آیا کہ کوئی مانے یا نہ مانے معروضات تو پیش کر دوں شاید کسی سلیم الطبع اور منصف مزاج کے لئے فائدہ مند بن جائیں۔'' (ارشاد العلماء الی تحقیق سماع الموتی وحیات الانبیاء ص ۴۹)

مزید فرماتے ہیں: ''حیات انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اپنی قبور میں ایک حقیقت ہے جس کی تحقیق حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل عقلیہ اور براہینِ قطعیہ کے ساتھ اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی نے اَدلّہ سمعیّہ کتابُ اللہ اور سنتِ صحیحہ کی روشنی میں کر دی ہے۔'' (ایضاً ص ۵۰)

حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تقریظ لکھنے کے لئے اپنی کتاب تسکین الصدور بھیجی حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ایک طویل مکتوب حضرت مولانا کو لکھا حضرت مولانا نے اس کے چند اقتباسات تسکین الصدور میں درج کئے ہیں، اس موقع پر وہ اِقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

۱...... شہداء کے لئے بنصِ قرآن ''حیات'' حاصل ہے اور مزید دفع تجوز کے لئے ''یُرْزَقُوْنَ'' کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسے آج کل کا محاورہ بھی ہے ''فُلَانٌ حَیٌّ یُرْزَقُ'' عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔

۲...... جب اَنبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی (علیہم الصلوات والتسلیمات) اور جب مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ واکمل ہوگی۔

۳...... اسی حیات کی اکملیت کے بارہ میں دو حدیثیں آئی ہیں: (۱) اِنَّ اللہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ (۲) اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ۔

ان ہی اَحادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں مثلاً: موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ حج اور اس کے علاوہ روایات۔

۴...... روح کے تعلق اجساد سے پانچ قسم کے ہیں: (۱) فی حالۃ الجنین، (۲) بعد الولادۃ فی الدنیا اور اس کی دو صورتیں ہیں حالت نوم میں اور، (۳) حالت یقظہ میں، (۴) بعد الموت فی البرزخ، (۵) بعد البعث فی الحشر۔ ضعیف ترین اوّل ورابع ہے، قوی ترین خامس اور متوسط دنیوی ہے، کما حققہ المتکلمون و ابن القیم فی کتاب الروح والقاری فی شرح الفقہ الاکبر۔

۵...... انبیاء کرام علیہم السلام کی نوم جیسے ممتاز ہے عام نوم سے اِنَّ عَيْنَایَ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ اسی طرح ان کی موت کی حالت بھی عام اموات جیسی نہیں، اَلنَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ، اور عام موتی میں تحقیق موت کے لئے انقطاع الروح عن الجسد بالکلیہ ہوتا ہے اور یہاں بالکلیہ نہیں ہوتا، اور پھر علومرتبہ جتنا ہوتا ہے۔ اتنا ہی تعلق قوی ہوگا۔

۶...... مفارقت روح عن الجسد سے مفارقت تعلق الروح عن الجسد لازم نہیں آتا۔

۷...... اگر نبی کریم ﷺ کے جسد مبارک کو تروح کی کیفیت حاصل ہو جیسے معراج میں جسد پر روح کی کیفیت طاری ہوئی۔ تجسدِ اَرواح اور ترو حِ اَجساد دونوں کی نظیریں عالم شہادت میں ہیں، تو عالم اَرواح میں کیوں استبعاد کیا جائے جب کہ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔

۸...... دنیا میں صوفیہ کرام کے یہاں اَبدانِ مثالیہ سے تعدد وقت واحد میں متعدد امکنہ میں ظہور اور آثار کے ثبوت پر مشہور واقعات ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی نقل وحرکت بالا جساد المتروحہ اس کی نظیر ہوگی۔

۹...... الغرض انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے حیات، بقا، اجساد، نقل وحرکت، ادراک وعلم سب چیزیں حاصل ہیں۔

۱۰...... یہ حیات دنیوی حیات کے مماثل بلکہ اس سے اقویٰ ہے، دنیا میں ہمیشہ جسد کو روح کی خاصیت حاصل نہیں ہوتی اور برزخ میں ہوتی ہے، اب اگر اس کو ''حیات دنیوی'' سے بعض حضرات نے تعبیر کیا ہے تو اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کہا ہے، بہرحال وہ حیات دنیوی بھی ہے اور حیات برزخی بھی۔ صرف حیات برزخی نہیں جس میں عام شہداء یا اموات بھی شریک ہوں، بلکہ اقویٰ واکمل ہے، اس لئے حیات دُنیوی کے مماثل بلکہ اس سے بھی اقوی ہے۔ اختلاف تعبیرات میں نزاع لفظی ہے، اس دنیا سے رسمی تعلق منقطع ہونے کے بعد برزخی دور شروع ہوتا ہے۔ اب جو چاہے اطلاق کیا جائے۔

۱۱...... اگر احادیث ونصوص میں حیات کا ثبوت ہے، اور پھر عدم نکاح بالازواج المطہرات اور عدم توریث وغیرہ کی علت اصل حیات کو کہا جائے تو درست ہے۔ بہرحال حکم شرعی کی کوئی علت ہی ہوتی ہے، اور یہاں تو علت از قبیل العلل المعتبر ۃ کے ہوگی نہ کہ علل مرسلہ کی قسم سے اور اس علت کی تنقیح، اصولی تنقیح الفاظ اور تحقیق المناط سے زیادہ قطعی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب!'' (تسکین الصدور ص ۲۴،۲۵)

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کا مسلک وموقف

''اَحقر اور اَحقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المھند وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام اَنبیاء علیہم السلام بجسدِ عنصری زندہ ہیں جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (محمد طیب مدیر دار العلوم دیوبند حال وارد ملتان، پاکستان ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)'' (رحمت کائنات ص ۳۲)

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''مسئلہ زیر بحث میں جہاں تک اپنے بزرگوں کی کتابوں، فتاویٰ، مقالات اور متوارث ذوق کا تعلق ہے، دیوبندیت تو یہی ہے کہ برزخ میں آنحضرت ﷺ کو حیاتِ دنیوی کے ساتھ زندہ مانا جائے کیونکہ دیوبندیت کی موجودہ جماعتی تشکیل قیام دارالعلوم

سے شروع ہوتی ہے جس کی ابتدا حضرت اقدس حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کی سرپرستی میں ان کے دو جلیل القدر خلفاء حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، اِن تینوں کا مسلک بھی حیات دُنیوی (کہ اُس عالم برزخ کی حیات اُسی جسدِ اَطہر میں ہے جو اِس دنیا میں تھا) ہے پھر آخر الذکر دو بزرگوں کے تلامیذ مثل حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد حسن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند وغیرہ وغیرہ حضرات کا بھی یہی مسلک تھا، جو اِن کے مطبوعہ فتاوٰی و مقالات میں محفوظ ہے۔

پھر اِن اَکابر کے تلامذہ مثل حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اَساتذہ دارالعلوم دیوبند وغیرہ وغیرہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے، یہی حضرات دیوبندیت کے اَساطین کہلاتے ہیں اس لئے دیوبندیت تو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں حیات دنیوی (باعتبار اَبدانِ دُنیا) ہی ہے جو برزخ میں قائم ہے۔

الصدیق ملتان شمارہ: ۳۰، ماہ ربیع الاوّل ۷۷ھ۔'' (مقام حیات ج ۲ ص ۲۵۸)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''مکرم محترم مدفیوضکم بعد سلام مسنون!

نہایت طویل گرامی نامہ پہنچا، آپ نے ایسے شخص کو مخاطب بنایا جو نہ مفتی ہے نہ مولوی، اس ناکارہ کی حقیقت ایک نقل نویس کی سی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں جو اَکابر اور اَسلاف کے کلام میں ملتا ہے اُس کو اِدھر اُدھر نقل کرتا رہتا ہوں، اِسی کا نام شرح موطا ہے، یہی تبلیغی رسائل کی حقیقت ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ دونوں طرف کے کچھ لوگ تیری تحریر کو قبول کرنے کو آمادہ ہیں، موجبِ تعجب ہے، جن حضرات کو اس ناکارہ کے جملہ اَکابر حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے لے کر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی تحریرات قابلِ قبول نہیں ہیں وہ اس ناکارہ کی تحریر کو کیا قبول کر سکتے ہیں؟ بہر حال یہ ناکارہ اِن اَکابر کا بالکل متبع ہے، ان کے اِس صاف ارشادات اور تحریرات کے بعد جس پر حضرت سہارنپوری، حضرت شیخ الہند، حضرت رائپوری، حضرت تھانوی قدس اللہ اَسرارہم نے بلا کسی اِجمال کے ھٰذَا مُعْتَقَدُنَا وَ مُعْتَقَدُ مَشَائِخِنَا لکھا ہے کیا کوئی گنجائش ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہا جا سکے؟

جو نصوص آپ نے ممات کے متعلق لکھی ہیں ان سے کوئی پڑھا لکھا انکار کر سکتا ہے؟ بالخصوص جن حضرات کی راتیں ہمیشہ تلاوت قرآن اور دن ساری عمر تدریسِ بخاری شریف وغیرہ کتبِ حدیث میں گزرے، ان کو کبھی بھی پتہ نہ چلا کہ قرآن پاک کی آیات میں کیا وارد ہوا؟ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں کیا فرمایا؟ ان میں سے حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ (اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ، م: ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ) کے

علاوہ کون سا ایسا ہے جس کی عمر کا معتد بہ حصہ تدریسِ حدیث میں نہیں گزرا اور حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے علوم ومعارف کو سننے والے ابھی تک دنیا میں بکثرت موجود ہیں، مگر ان میں سے کسی کو بھی نہ تو قرآن پاک کی کسی آیت کا پتہ چلا نہ حدیث پاک میں کوئی ممات والی روایت اُن کی نظر سے گزری۔

یہ ناکارہ اپنے اِن اَکابر کے متعلق وُہی عقیدہ رکھتا ہے، جو حضرت اَقدس عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے اَکابر یعنی صحابہ کرام کے متعلق ارشاد فرمایا: ''فانھم علی علم وقفوا وببصر ناقد کفوا۔ وھم علی کشف الامور کانوا اقویٰ وبفضل ما کانوا فیہ اولی فمادونھم من مقصر وما فوقھم من محسر وقد قصر قوم دونھم فجفوا وطمح عنھم اقوام فغلوا وانھم بین ذلک لعلیٰ ھدی مستقیم''

حقیقت یہ ہے کہ اس دورِ فساد میں آدمی اُس وقت تک محقق نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ سلفِ صالحین کے خلاف کوئی نئی ایجاد نہ کرے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی: ''ان من ورائکم فِتَناً یَکْثُرُ فیھا المالُ و یُفْتَحُ فیھا القرآنُ حتی یاخذہ المومن و المنافق والرجل والمرأۃ والکبیر والصغیر والعبد والحرُّ فیو شک قائلٌ ان یقول مالِلنَّاس لا یتبعونی و قد قرأتُ القرآن ماھم بمتبعی حتی ابتدع لھم غیرہ فایاکم وما ابتدع الخ''

لہٰذا یہ ناکارہ توحَذْوَالنَّعْلِ بِالنَّعْلِ ان حضرات کا جامد متبع ہے اور اس ناکارہ کی تحریر میں کوئی لفظ بھی ان اَکابر کی تحقیق کے خلاف ہے تو وہ لغو ہے، ناقابل التفات ہے، مردود ہے۔

اس سب کے بعد گرامی نامہ کے مستفسرات کے متعلق اپنا خیال یہ ہے کہ جیسے حیات کے درجات متفاوت ہیں جس کا اعتراف یہ حضرات خود بھی کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے لکھا، اسی طرح ممات کے بھی درجات مختلف ہیں، نوم پر بھی اَحادیثِ صحیحہ صریحہ میں موت کا اطلاق کیا گیا ہے، سونے اور جاگنے کی دعاؤں میں کثرت سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وارد ہے، قرآن پاک میں اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا (الآیۃ) میں نوم پر وفات کا اطلاق کیا گیا ہے، لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ میں موت کی نفی کی گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا جن نصوص میں حضور اَقدس ﷺ پر موت کا اطلاق کیا گیا اُن میں سے کوئی سی بھی حضرت نانوتوی قدس سرہٗ یا ''اکابر علماء دیوبند'' یا ''مھند'' کے خلاف نہیں ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں بھی وُہی موت مراد ہے جو حضور اکرم ﷺ کی شایانِ شان ہے، خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تفصیلی اَقوال جو اِس سلسلہ میں نقل کئے گئے ہیں، اس کی واضح تائید کرتے ہیں، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی نوع ممات کے بھی قائل نہ تھے چنانچہ ان کا ارشاد: ''اِنَّ رِجَالاً مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ تُوُفِّیَ وَاللّٰہِ مَا مَاتَ وَلٰکِنْ ذَھَبَ اِلٰی رَبِّہٖ کَمَا ذَھَبَ مُوْسَی بْنُ عِمْرَانَ، وَاللّٰہِ لَیَرْجِعَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَمَا رَجَعَ مُوْسٰی فَلَیُقَطِّعَنَّ اَیْدِیْ رِجَالٍ وَّاَرْجُلَھُمْ زَعَمُوْا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَاتَ''

بیہقی کی روایت سے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ آیت: وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا کُمْ اُمَّۃً وَّسَطاً (الآیۃ) کے متعلق فرماتے ہیں وَاللّٰہِ اِنْ کُنْتُ اَظُنُّ اَنَّہٗ ﷺ سیبقی فی امتہ حتی یشھد علیہ بآ

خرا عماله وانه هو الذی حملنی علیٰ ان قلتُ ما قلتُ، لہٰذا شیخین کے مکالمہ کو موجودہ مسئلہ متنازعہ سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے کہ حضرت عمرؓ موت کا بالکلیہ انکار فرماتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ ابھی واپس تشریف لے آئیں گے، اس لحاظ سے حضرت صدیق اکبرؓ کا رد بالکل صحیح اور واضح ہے کہ بنوع مِن الموت سے کسی کو بھی انکار نہیں، انکار صرف موت بجمیع الوجوہ سے ہے کہ نوع خاص من الحیاۃ فی الجسد الاطہر باقی ہے۔

تعجب ہے کہ یہ حضرات اَجسادِ اَنبیاء علیہم السلام کی بقاء کے قائل ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا، لیکن ان اَجساد میں اگر کسی نوع کی بھی حیات نہ مانی جائے تو یہ حدیث پاک ہی مہمل بن جائے گی، اس لئے کہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد اس حدیث پاک میں یہ ہے اَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِشکال ہوتا ہے کہ ''قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ تُعْرَضُ وَ قَدْ بَلِيْتَ'' اِس پر حضور اکرم ﷺ جواب فرماتے ہیں: اِنَّ اللهَ حَرَّمَ الخ آپ ہی غور کریں کہ اگر ان پاک اَجساد میں کوئی نوع حیٰوۃ کی نہیں ہے تو حضور ﷺ کا یہ پاک ارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم کے اشکال ''كَيْفَ تُعْرَضُ'' کا جواب کیسے بن گیا؟ روایت بھی صحیح ابن حبان کی ہے، حاکم نے اس کو علی شرط البخاری بتایا اور ذہبی نے اقرار کیا، ایک چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ باجماع اُمت قبر اطہر کا وہ حصہ جو جسد اطہر سے متصل ہے کعبہ شریف بلکہ عرش معلی سے بھی افضل ہے، کیا یہ فضیلت صرف اُس جسد اطہر کی ہے جس کے ساتھ کبھی روح کا تعلق رہ چکا اور اب نہیں ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو پھر موئے مبارک جو جسدِ اَطہر پر پڑ چکا ہے اُس کا بھی یہی حکم ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال یہ ناکارہ تو اَکابر دیو بند قدس اللہ اَسرارہم کا ہمہ تن متبع ہے اور ان سب حضرات کا متفقہ فیصلہ ''اَلْمُهَنَّدْ'' میں بلا کسی اجمال کے تحریر ہے، اس سے آپ کے جملہ سوالات کا جواب واضح ہو گیا۔ مختصر نمبر وار بھی عرض ہے لیکن آپ نے ص: ۵ پر سوالات کے گرامی نامہ ختم کر کے ص: ٦ پر پھر وہی سوالات عبارت کے تغیر کے ساتھ درج کر دیئے یہ سمجھ میں نہیں آیا، بہر حال ہر دو کے جواب حسب ذیل ہیں: ص: ۵

۱...... اَجسادِ اَنبیاء میں ایک خاص نوع کی حیات ہے۔

۲...... ظاہر ہے کہ حیات تو روح ہی کے تعلق سے ہوتی ہے، بغیر تعلقِ روح کے حیاۃ کا کیا مطلب؟

۳...... اگر ایسی حیات ہوتی جو ہر ذرۂ کائنات میں ہوتی ہے تو پھر اَنبیاء کی کیا تخصیص رہی؟ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نَحْنُ نُؤْمِنُ وَ نُصَدِّقُ بِاَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ يُّرْزَقُ فِيْ قَبْرِهٖ

۴...... ایک دیو بندی سے یہ سوال کہ علماء دیو بند کا یہ قول قابل اقتداء ہے یا نہیں؟ بے محل ہے، علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: ''وقال البیهقی و فی حدیث سعید بن المسیب عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ انه لقیهم ببیت المقدس و فی حدیث ابی ذرٍ و مالك بن صعصعة فی قصة المعراج انه لقیهم فی جماعة من الانبیاء بالسمٰوت فكلمهم و كلموه و كل ذلك صحیح لا یخالف بعضهم بعضا فقد یری موسٰی علیه السلام قائما یصلی فی قبره ثم یسری بموسی و غیره الی بیت المقدس كما اسری بنبینا فیراهم فیه ثم یعرج بهم الی السمٰوت كما عرج بنبینا فیراهم فیها كما اخبر قال و حلولهم فی اوقات مختلفة لمواضع مختلفات جائز فی العقل كما ورد به خبر الصادق و فی كل ذلك دلالةٌ علیٰ حیاتهم۔''

یہ تو بہت ہی صاف ہے، لیکن اگر یہ حضرات اپنی قبروں میں مع الجسد ہوں، اور دوسرے مواضع میں روح متمثل ہو، جیسا کہ بعض نے فرمایا تو اس میں بھی کوئی مانع نہیں۔

۵...... جو شخص حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر کے پاس کھڑا ہو کر درود پڑھے تو حضور اقدس ﷺ اس کو سنتے ہیں مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ نص صریح ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے: سَنَدُہٗ جَیِّدٌ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مستقل قاصد، مدینہ پاک بھیجا کرتے تھے تاکہ قبرِ اطہر پر سلام پہنچائے، اب اگر کوئی فرق نہیں تو ان کا یہ فعل عبث تھا، فقط۔

اس کے بعد ص: ۶ پر پھر مکرر سوالات درج ہیں نہ معلوم کیوں؟

۱...... یہ اُوپر بیان ہو چکا کہ ان سب حضرات اَنبیاء کرام علیہم السلام کے اَجساد میں ایک خاص نوع حیات ہے۔

۲...... یہ سوال بھی مکرر ہے اور جواب بھی وہی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اَجسادِ اَنبیاء علیہم السلام میں ایک خاص نوع حیات کی ہے۔

۳...... مجھے حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی قدس سرہما کے مسلک میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا، ''مہند'' میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا یہ ارشاد ھٰذَا مُعْتَقَدُنَا وَ مُعْتَقَدُ مَشَائِخِنَا واضح ہے، اس لئے کہ ان تینوں حضرات کے شیخ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ ہیں، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے اِنَّکَ مَیِّتٌ (الآیۃ) کے اِشکال کا جو جواب نقل کیا ہے، وہ تو حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی تعبیر سے بھی اُونچا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ موت سب کو شامل ہے مگر اَنبیاء کرام علیہم السلام کی اَرواح مشاہدۂ جمال وجلال حق تعالیٰ شانہ وتقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہیں کہ اَجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہوتی ہے، اس تحقیق سے نکتہ اِنَّ اللہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

آپ بھی غور کیجئے کہ ہم ناواقف ان واصلین کے علوم تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

۴...... معلوم نہیں ایک ہی سوال کو بار بار مختلف عنوانات سے لکھنے میں کیا مقصد ہے یقیناً ''مہند'' میں جو ہے صحیح ہے۔ ''شہاب ثاقب'' اس وقت میرے سامنے نہیں ہے۔

۵...... حضرت رائپوری دام مجدہم بار بار زبانی اور تحریری ارشاد فرما چکے ہیں کہ میرا مسلک وہی ہے جو اَکابر دیوبند کا ہے، اس وقت بھی یہی فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں، میں تو اَسّی سال سے متجاوز ہو کر مَنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا میں داخل ہو گیا ہوں اور بھی کسر نفسی کے اَلفاظ ارشاد فرمائے، جن کا نقل دشوار ہے کہ میں ان حضرات اکابر رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں کیا چیز ہوں؟

نوٹ: علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جرح وتعدیل میں معتبر ہے لیکن ہر شخص کے قول کو دیگر اہل فن کے اَقوال کے لحاظ سے دیکھا جائے گا، اگر علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح وتعدیل دوسرے اَکابر کے خلاف ہوگی تو غور کیا جائے گا ورنہ یقیناً معتبر ہے۔ فقط!

آخر میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ یہ دقیق مسائل عوام کی عقول سے اُونچے ہیں، ان کو اُردو رسائل و اشتہارات وغیرہ میں لانا، ان میں بحثیں کرنا نہایت ناموزوں ہے، لَا یُدْرِكُ الصَّبِيُّ مَدَارِكَ الْعَالِمِ ہر دوفریق سے درخواست ہے کہ اس بحث کا سلسلہ جلد از جلد بند کردیا جائے، فقط! والسلام! زکریا بقلم خود، مظاہر علوم سہارنپور ۲۵ / جمادی الثانیہ ۸۷ ۱۳ھ" (مقام حیات ج ۲ ص ۲۶۱ تا ۲۶۷)

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "میرا عقیدہ حیات النبی ﷺ" کے عنوان سے طویل مضمون لکھا ہے، جس کے شروع میں آپ تحریر فرماتے ہیں: "میرا عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں وہی ہے جو اکابر دیوبند کا رہا ہے۔"

اس مضمون میں آپ نے تفصیل سے اپنا اور اپنے اکابر کا مسلک وموقف باحوالہ تحریر کیا ہے، آخر میں جامعہ مدنیہ کے دیگر اساتذہ کرام کے تائیدی دستخط بھی موجود ہیں:

"۱...... سیّد حامد میاں غفرلہٗ ...... ۲۳ / ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ / ۲ / نومبر ۱۹۸۰ء یکشنبہ

۲...... عبدالحمید غفرلہٗ، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور وفاضل دارُالعلوم دیوبند

۳...... محمد کریم اللہ غفرلہٗ، مدرس جامعہ مدنیہ وفاضل دارُالعلوم دیوبند

۴...... ظہور الحق، مدرس جامعہ مدنیہ

۵...... عبدالرشید عفی عنہ، مدرس جامعہ مدنیہ۔" (ماہنامہ انوار مدینہ لاہور ج ۱۸ ش ۸ ص ۱۲ تا ۱۷)

حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "میرا مسلک "المہند علی المفند" کے مطابق ہے جو ہمارے بزرگوں کی تائیدی وتصدیقی کتاب ہے حضرات علماء اہل سنت دیوبند کی تحقیقات سے متعارض ومتصادم نظریات سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ احقر نفیس الحسینی، ۲۱ / صفر المظفر ۱۴۱۵ھ (ماہنامہ انوار مدینہ ج ۲ ش ۱۱ ص ۵۰ بحوالہ بیاد مجلس نفیس رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۲)

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصل تحریر ہمارے پاس محفوظ تھی، مناسب معلوم ہوا کہ اس موقع پر وہ بھی دے دی جائے تاکہ یہ تحریر محفوظ ہو جائے۔

میرا مسلک "المہند علی المفند" ہے جو ہمارے بزرگوں کی تائیدی وتصدیقی کتاب ہے۔ حضرات علماء اہل سنت دیوبند کی تحقیقات سے متعارض ومتصادم نظریات سے میرا کوئی تعلق نہیں ۔

نفیس الحسینی
۲۱ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''تمام اہلِ سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات اَنبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات اَنبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامۂ مؤمنین بلکہ اَرواحِ کفار کو بھی حاصل ہے۔'' (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۴۹ طبع مکتبہ عثمانیہ بیت الحمد جامعہ اشرفیہ لاہور)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر مبارک میں بلکہ تمام اَنبیاء علیہم السلام کا اپنی منور قبور میں زندہ ہونا جمہورِ اُمت کے مسلمات میں سے ہے، اگرچہ حیات کی نوعیت میں اختلاف ہے اور روایات اور خواصِ اُمت کے تجربات سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو اُمتی قبرِ مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں آپ اُن کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔'' (معارف الحدیث ج ۴ ص ۲۹۴ طبع مکتبہ رشیدیہ ساہیوال)

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: ''اَنبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلّم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارہ میں علماءِ اُمت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلّم اور دلائلِ شرعیہ سے ثابت ہے کہ اَنبیاء علیہم السلام اور خاص کر سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔'' (ایضاً ج ۵ ص ۳۷۸)

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اپنے لیٹر پیڈ پر اپنا عقیدہ تحریر فرمایا اور اس کو چھپوا کر تقسیم کیا، حضرت کی یہ تحریر آپ کے خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محب اللہ صاحب مدظلہم (لورالائی) نے اپنی کتاب ''مماتی فتنہ، علماء دیوبند کی نظر میں'' میں درج کی ہے، حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد و الصلوۃ و ارسال التسلیمات و التحیات فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

ملک حاکم خان صاحب

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرونِ اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اَبدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالمِ برزخ میں اُن کو حیات حاصل ہے اور حیاتِ دُنیوی کے مماثل ہے، صرف یہ ہے کہ اَحکامِ شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، روضۂ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے، اب جو اس مسلک کے خلاف

کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اُس کا اکابر دیو بند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے، جو شخص اکابر دیو بند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیو بندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم اور اکابر دیو بند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے، آمین!

فقیر خان محمد عفی عنہ ...... خانقاہ سراجیہ" (مماتی فتنہ، علماء دیو بند کی نظر میں ص ۲)

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی اصل تحریر کا عکس ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ والرسالۃ التبلیغات والتحیات فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ



مکرمی حاکم خان صاحب

مکرمی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عقیدہ ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں ۔ اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے ۔ اور حیات دنیوی کے مماثل ہے ۔ صرف یہ ہے ۔ کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں ۔ روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے ۔ وہ بلاواسطہ سنتے ہیں ۔ اور سلام کا جواب دیتے ہیں ۔ حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ

قائدِ جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حَامِداً وَّمُصَلِّیاً وَّمُسَلِّماً!

امابعد: حضرات انبیاء علیہم السلام پر موت کا طاری ہونا قطعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں اِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (الآیہ) اور قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قَدْ مَاتَ اس کے شاہد صدق ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہو جاتی ہے یا صرف مستور ہو جاتی ہے یعنی موت بمعنی رافع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیوۃ بانی دار العلوم دیو بند حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ ''آبِ حیات'' میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے زائل نہیں ہوئی آپ کی موت کو عامۃ المومنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا، انتہٰی لیکن اکثر محققین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر موت بمعنی رفع الحیات طاری ہوئی۔

بہر حال حقیقت موت جو بھی ہو علی اختلاف القولین یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسدِ عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اس دنیاوی جسدِ اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال وحرکات مثل سمع وبصر وبطش ومشی وکلام وغیرہا پر قادر ہیں۔ یہ عقیدہ کہ آپ کا جسدِ اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح وسلامت موجود ہے اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنت والجماعت کے عقیدہ اور علماء دیو بند کے مسلک کے خلاف ہے۔

حضرت العلامۃ العارف باللہ مولانا محمد عبد اللہ صاحب مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اقوال کو اس ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا ہے مجھے اس کے مندرجات سے اتفاق ہے اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ المومنین کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

احقر الافقر ابو الفضل محمود عفا اللہ عنہ ...... خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم، ملتان ۲۱/۶/۷۷ھ''

(القول الجلی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم از مولانا عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص۳۱، ۳۲)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

حضرت لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیاتِ دنیوی سے بھی قوی تر ہے جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں اُن کو اہلِ حق میں سے نہیں سمجھتا، نہ وہ علماء دیو بند کے مسلک پر ہیں۔'' (آپ کے مسائل اور اُن کا حل اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن ج:۱،ص:۳۱۰،طبع کراچی)

ایک مقام پر تفصیل سے اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق دور حاضر کے اکابر دیوبند رحمہم اللہ کا مسلک اور ان کا متفقہ اعلان

''حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے، اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جاوے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ ''المہند علی المفند'' بھی اہلِ انصاف اور اہلِ بصیرت کے لئے کافی ہے اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابرِ دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلِ!

۱......	مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ	مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
۲......	مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ	مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳......	مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ	سابق ناظم محکمہ امورِ مذہبیہ بہاولپور
۴......	مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ	شیخ الحدیث دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو اللہ یار، سندھ
۵......	مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ	صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶......	مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷......	مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ	مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸......	مولانا رسول خاں رحمۃ اللہ علیہ	جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
۹......	مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ	مہتمم دار العلوم کراچی
۱۰......	مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	امیر نظام العلماء وامیر خدام الدین لاہور''

(تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ)

(ماہنامہ پیام مشرق لاہور ج ۳ ش ۴، ربیع الاول ۱۳۸۰ھ/ستمبر ۱۹۶۰ء بحوالہ تسکین الصدور ص ۷۳)

الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضۂ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیاتِ دنیوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علمائے دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علمائے دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا، اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلِ''

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن ج ۱ ص ۳۹۴، ۳۹۵)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کا مسلک وموقف

آپ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

جواب: مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پہلا خط مجھے ملنا یاد نہیں، بہرکیف! آپ کے سوال کا جواب عرض ذیل ہے:

اَنبیاء کرام علیہم السلام سمیت تمام مخلوقات کو موت آتی ہے، البتہ موت کے بعد ہر انسان کو برزخی زندگی سے واسطہ پڑتا ہے، برزخی زندگی کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان کی روح کا اس کے جسم سے کسی قدر تعلق رہتا ہے، یہ تعلق عام انسانوں میں بھی ہوتا ہے مگر اتنا کم کہ اس کے اثرات محسوس نہیں ہوتے۔

شہداء کی اَرواح کا تعلق ان کے جسم سے عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے اس لئے قرآنِ کریم نے انہیں اَحیاء قرار دیا ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کا درجہ شہداء سے بھی بلند ہے، اس لئے اَحادیث کے مطابق اِن کی اَرواح کا تعلق جسم سے سب سے زیادہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ اِن کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوتی اور اِن کے اَزواج کا نکاح بھی دوسرا نہیں ہوسکتا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے چونکہ اِن کی اَرواح کا تعلق سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے شہداء کی طرح اِنہیں بھی اَحیاء قرار دیا گیا ہے، مگر یہ حیات اس طرح کی نہیں ہے جیسی اِنہیں موت سے پہلے حاصل تھی نیز قرآن وسنت میں اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس حالت میں اَنبیاء کرام علیہم السلام کو دوسروں پر تصرف کا کوئی اختیار حاصل ہے، اگر کسی نے بھی اس قسم کا کوئی واقعہ دیکھا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ان کی صورت مثالی ہوسکتی ہے جس کا ان کو علم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ واللہ اعلم! ۳/۸/۱۴۲۲ھ، فتویٰ نمبر:۵۰۵/۱۰" (فتاویٰ عثمانی ج۱، ص۷۰)

حضرت مفتی سیّد نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم کا مسلک وموقف

حضرت مفتی صاحب ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "حیات النبی ﷺ کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے، قرآنِ کریم میں حیات النبی ﷺ کا ثبوت اشارۃً ملتا ہے جب کہ احادیث میں حیات النبی ﷺ کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے اور اہل سنت والجماعت کا حیات النبی پر اتفاق بلکہ اجماع ہے۔" (نجم الفتاویٰ ج۱ص ۳۴۳)

ایک اور استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ کو دُنیوی اعتبار سے موت طاری ہوچکی ہے جس کی واضح دلیل اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ہے اس میں کسی کو کوئی تردد نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ کو حیات دنیوی حیات کی طرح حاصل ہے اور باقاعدہ روح کا جسد مبارک سے تعلق ہے حتیٰ کہ روضۂ اقدس کے پاس درود شریف پڑھا جائے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں، غیر مکلف طور پر نماز کی ادائیگی بھی فرماتے ہیں۔ البتہ ازواجِ مطہرات سے ملنا کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہے اور بعض حضرات نے اسی پر حیاتِ برزخیہ کا اطلاق کیا ہے کیونکہ یہ حیات آپ کو عالمِ برزخ میں حاصل ہوئی۔" (ایضاً ج۱ص ۳۴۴)

***

کتابیات

شمار	نام کتاب	مصنف
	القرآن الکریم	
۱	آب حیات	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
۲	آپ کے مسائل اور اُن کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ
۳	ارشاد العلماء الی تحقیق سماع الموتی وحیات الانبیاء علیہم السلام	حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب رحمہ اللہ
۴	اشرف الجواب	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
۵	اعلاء السنن	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ
٦	البراہین القاطعہ	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ
۷	الشہاب الثاقب	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
۸	القول البدیع	محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمہ اللہ (م: ۹۰۴ھ)
۹	القول الجلی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ
۱۰	الکواکب الدری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
۱۱	المصالح العقلیہ	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
۱۲	المہند علی المفند	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ
۱۳	بذل المجہود	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ
۱۴	بلغۃ الحیران	حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ
۱۵	بیان مجلس نفیس رحمہ اللہ	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
۱٦	بیان القرآن	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
۱۷	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
۱۸	تحریرات حدیث	حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ
۱۹	تحیۃ الاسلام	حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ
۲۰	تذکرۃ الخلیل	حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ
۲۱	ترجمان السنہ	حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ
۲۲	تسکین الصدور	حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ
۲۳	جمال قاسمی	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
۲۴	حاشیہ مشکوٰۃ للشیخ نصیر الدین رحمہ اللہ	حضرت شیخ نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ
۲۵	خدام الدین	حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ
۲٦	رجوم المذنبین	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

۲۷	رحمت کائنات	حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۲۸	زبدۃ المناسک	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
۲۹	سیرت المصطفیٰ	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۰	شفاء السقام	امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ
۳۱	شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات	حضرت مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۲	ضرب المهند علی القول المسند	حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ
۳۳	فتاوٰی دار العلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۴	فتاوٰی رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
۳۵	فتاوٰی عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
۳۶	فتح الملہم شرح مسلم	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۷	فیض الباری شرح مختصر صحیح البخاری	حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
۳۸	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۹	لطائف قاسمیہ	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۰	ماہنامہ انوار مدینہ	ترجمان: جامعہ مدنیہ، لاہور
۴۱	ماہنامہ بینات	ترجمان: جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
۴۲	ماہنامہ تعلیم القرآن	ترجمان: مدرسہ تعلیم القرآن، راولپنڈی
۴۴	معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
۴۵	ملفوظات حکیم الامتؒ	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۶	مقالات حجۃ الاسلامؒ	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ
۴۷	مقام حیات	علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۴۸	مکتوبات شیخ الاسلامؒ	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
۴۹	مماتی فتنہ، علماء دیوبند کی نظر میں	حضرت مولانا محب اللہ صاحب مدظلہم
۵۰	میلاد النبی ﷺ	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۱	نجم الفتاوٰی	حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن صاحب امروہوی
۵۲	نشر الطیب	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۳	نقش حیات	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
۵۴	وعظ الحبور	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۵۵	ہدایۃ الشیعہ	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
۵۶	ہدیۃ الشیعہ	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ